

2021ء

مئی

ایڈیٹر
منزہ خان

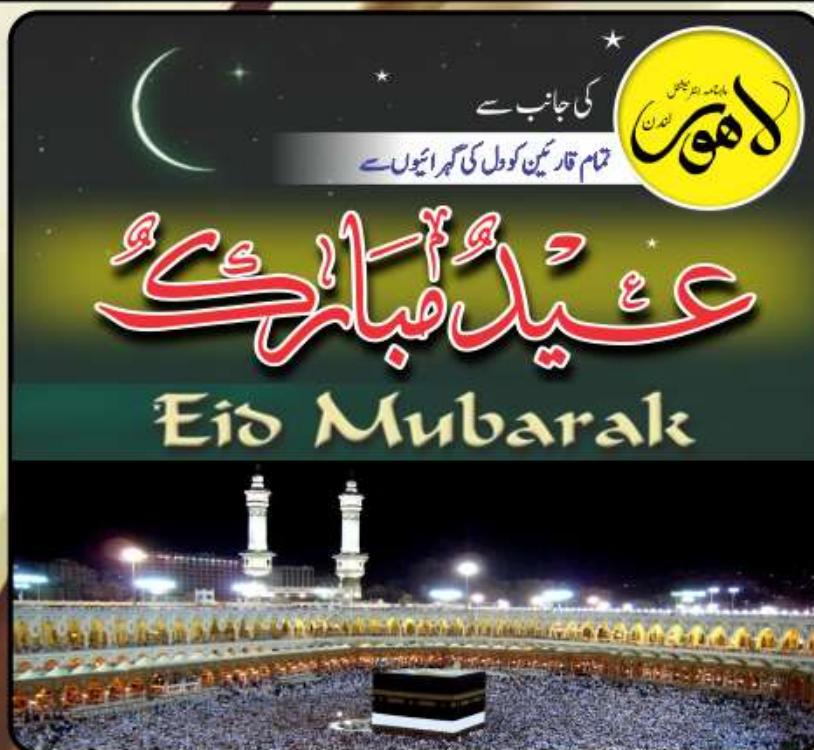


سپریسٹ اعلیٰ
و چیف ایڈیٹر
محی الدین عباسی

بیک وقت "انگریزی" اور "اردو" زبان میں لندن سے شائع ہونے والا جریدہ

ماہانہ لاہور انٹرنیشنل: ادبی، سیاسی، سماجی و مذہبی سرگرمیوں کا ترجمان

www.lahoreinternational.com



www.YouTube.com/lahoreinternational



Your favourite Monthly Magazine

Lahore International

is relaunching its **YouTube** Channel



►Subscribe now for great content!!

Where we go deep into the streets of Pakistan to bring you exclusive enjoyable content.

Head over to **YouTube** and check it out



ZINGMAAR

EASY TO FOLLOW
UNIQUE RECIPES FROM
AROUND THE WORLD

FOLLOW @ZINGMAAR



اس شمارہ میں

دھرمندھ کرنے کا رہنمائی	04
قائد اعظم نوجوانوں سے کیا چاہتے تھے؟	05
پاکستان کی قدر کریں	07
سرک سفر۔ پاکستانی سوچ کا فروغ	09
المیر: کراچی کے نوجوان تین ہزار سال پرانی عبرانی زبان کیوں سیکھ رہے ہیں؟	10
شاقب زیر وی کے ہفت روزہ "لہور" کی کہانی	12
پاکستان میں شراب بنانے والی چینی کمپنی کا کارخانہ	14
اسٹریٹ کی گم شدہ بڑت	15
دو پاکستان!	18
آستاد آئی اے رے جمن	19
"علامہ" بنے کا شوق	21
دومالیاں (تاریخی توپ کا انعام حاصل کرنے والا گاؤں)	22
کشمیر... انسانی الیہ	26
معاشری ترقی کے لئے مذہبی انتہائی پسندی ترک کرنا ہو گی	30
دنی میں مواد اسلامیات تک محدود کرنے پر اعتراض کیوں؟	32
آخر ہندو لڑکیاں ہی کیوں مسلمان ہوتی ہیں؟	33
کووید یا بالم پدھارو مارے دیں	37
انسانی دماغ پہلی بار بغیر تار کے کمپیوٹر سے منسلک	38
چین نامہ: جب ہنلی بار اکیلے چینی سرزی میں پر قدم رکھا	39
کیا آئن سنائیں خدا پر تقصیں رکھتے تھے؟	40
کیمی مزدوروں کا عالمی دن (تاریخی پس منظر)	41
ڈھانی ہزار سال قبل از مسح کی کشتی دریافت	44
قصیم در تقصیم کا عمل	46
سلطنت عثمانی: ارطغرل کون تھے؟	47
بھیڑ دل مہر چند آزادی	50
سعودی عرب میں خواتین کے لیے علیحدہ ساحل بنانے کی تیاریاں	50
علام محمد اسد کون تھے؟	51
پادری نے چرچ میں عبادت کی قیادت کے بجائے اعتراف مجحت کر لیا	51
جان لیوا بائیں، ہم ترین دریافتیں اور مسلمان سائنسدان!	52
حسین برہمن	55
مورکن اور کشیر ازدواجی	57
اردو زبان کا گنجوبہ	60

ADVERTISEMENT TARIFF

(Effective : January 01, 2018)

	Monthly	Quarterly	Half Year	Yearly
Full Page	150	420	800	1530
Half Page	90	250	540	920
Quarter	50	140	270	510

(Price in UK Pound Currency)

website : lahoreinternational.com

اپنی تحریریں اور قیمتی آراء درج ذیل ای میل پر بھجوائیں:

lahoreintlondon@gmail.com

m.abbasi.uk@gmail.com

ماہنامہ لاہور میگزین انٹر نیشنل آپ کا پانار سالہ ہے
اس کی اشاعت و ترویج میں بھر پور حصہ ڈالیے۔

فُؤال ناصر
بعد از خودا العشق محمد محترم گرفرایں بو دخدا ساخت کا فرم



علمی، ادبی، سیاسی، معاشری، معاشرتی و مذہبی سرگرمیوں کا عالمی مجلہ

جلد نمبر: 6 شمارہ نمبر: 05 رمضان 1442 میں 2021ء

زیر انتظام

عباسی اکیڈمی

سرپرست اعلیٰ و چیف ایڈیٹر

انچارج گوشہ ادب

مدشرہ عباسی

محی الدین عباسی

ہمارے نمائندگان

ایمن اللہین (برطانیہ)

بلال طاہر (کراچی، پاکستان)

رحمت اللہ میر بلوج (بیورو چیف بلوچستان)

محمد ثناء اللہ (بیورو چیف، پاکستان)

چوہدری مقبول احمد (بھارت)

علی حسین مسعود (بیورو چیف سینٹرل پنجاب)

انس احمد (بیورو چیف لاہور)

قیمت فی شمارہ: 3 پاؤ نڈ

درست قرآن نکریم



وَجَاهُدُوا فِي الْأَلْهَٰقِ ۚ جِهَادٌ طُهُوْجَتْبِكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ طُهُوْسَمِكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ مِنْ قَبْلٍ وَفِي
هَذَا لَيْكُونُ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شَهِيدًا عَلَى النَّاسِ ۝ فَاقْتِلُوْا الصَّلُوْةَ وَاتُّوْالِ زَكُوْةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللَّهِ طُهُوْمَوْلِكُمْ ۝ فَنِعْمَ الْتَّوْلِي وَنِعْمَ
النَّصِيرُ ۝ (سورۃ الرَّجُل آیت 79)

ترجمہ: اور اللہ کے تعلق میں جہاد کرو جیسا کہ اس کے جہاد کا حق ہے۔ اس نے تمہیں چون لیا ہے اور تم پر دین کے معاملات میں کوئی تنگی نہیں ڈالی۔ یہی تمہارے باپ ابراہیم کا مذہب تھا۔ اُس (یعنی اللہ) نے تمہارا نام مسلمان رکھا (اس سے) پہلے بھی اور اس (قرآن) میں بھی تاکہ رسول تم سب پر نگران ہو جائے اور تاکہ تم تمام انسانوں پر نگران ہو جاؤ۔ پس نمازو کو قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ کو مضبوطی سے کپڑا لو۔ وہی تمہارا آقا ہے۔ پس کیا ہی اچھا آقا اور کیا ہی اچھا مددگار ہے۔

تفسیر: اس آیت میں پہلی غور طلب بات یہ ہے کہ لفظ ”مسلم“ پر کسی کی اجارہ داری نہیں۔ اسلام کے ظہور سے بہت پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اور آپ کی قوم کو مسلم قرار دیا تھا۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام مسلمانوں پر شہید یعنی نگران ہونے کا ذکر ہے اور مسلمانوں کا باقی دوسرا قوموں پر شہید ہونے کا ذکر ملتا ہے۔ جن معنوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وقت میں شہید تھے۔ بعینہ آپ کی پیروی میں مسلمان دوسروں پر شہید ہیں۔ لیکن شہید ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ دوسروں کو زبردستی اپنی پسند کا مسلمان بنایا جائے کیوں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہید ہوتے ہوئے بھی کبھی جارحانہ جنگ نہیں لڑی نہ کسی کو زبردستی مسلمان بنایا۔

جہاد کے معنی: جدوجہد کرنا۔

اسی آیت میں جہاد بالسیف کے مضمون پر بڑی وضاحت سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ صرف ان لوگوں کو اپنے دفاع میں جہاد بالسیف کی اجازت دی جا رہی ہے جن پر اس سے پہلے دشمن کی طرف سے تکوار اٹھائی گئی اور ان کو اپنے گھروں سے نکال دیا گیا محض اس لیے کہ وہ یہ اعلان کرتے تھے کہ اللہ رب ہے۔ اس کے بعد یہ عظیم الشان مضمون بھی بیان فرمایا گیا کہ اگر دفاع کی اجازت نہ دی جاتی تو صرف مسلمانوں کی مسجدیں ہی منہدم نہ کردی جاتیں بلکہ یہود اور عیسائیوں وغیرہ کے معابد اور خانقاہوں کو بھی بر باد کر دیا جاتا۔ (قرآن کریم اردو ترجمہ صفحہ 560 تا 575)

علاوه ازیں مجاہد وہ انسان ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کر رہا ہے یعنی مومن اور وہ جو اس میدان میں نیکی کے کام کر رہا ہے۔ ہر نیک کام کرنا جہاد ہے۔ اپنے نفس کے خلاف جہاد کرنا۔ صحیح بھرت کرنا یہ بھی جہاد ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میں جہاد کے لیے جاستی ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ کے لیے حج کرنا بہتر عمل ہے جہاد کی بجائے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ بہترین جہاد وہ ہے جو ظالم حکمران کے خلاف بات کرنا اور اپنے والدین کی خدمت کرنا بھی بہترین جہاد ہے۔

ارشاد نبوی ﷺ

حضرت عبد اللہ بن عمر بن عاصؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سن کہ اللہ تعالیٰ علم کو لوگوں سے یکدم نہیں چھینے گا بلکہ عالموں کی وفات کے ذریعہ علم ختم ہوگا۔ جب کوئی عالم نہیں رہے گا تو لوگ انتہائی جاہل اشخاص کو اپنا سردار بنالیں گے اور ان سے جا کر مسائل پوچھیں گے اور وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے۔ پس خود بھی گمراہ ہوں گے وہ لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔ (بخاری کتاب علم باب کیف یقین علم)



قائد اعظم نوجوانوں سے کیا چاہتے تھے؟

تحریر: عبدالضیمیر ہاشمی



ایک موقع پر کہا، ”آپ کو یاد ہوگا، میں نے اکثر اس بات پر زور دیا ہے کہ وہ من آپ سے آئے دن ہنگاموں میں شرکت کی توقع رکھتا ہے۔ آپ کا اولین فرض علم کا حصول ہے جو آپ کی ذات، والدین اور پوری قوم کی جانب سے آپ پر عائد ہوتا ہے۔ آپ جب تک طالب علم رہیں اپنی توجہ صرف تعلیم کی طرف مرکوز رکھیں۔ اگر آپ نے اپنا طالب علمی کا قبیلی وقت غیر تعلیمی سرگرمیوں میں ضائع کر دیا تو یہ کھو یا ہوا وقت بھی لوٹ کر نہیں آئے گا۔“

ایک اور موقع پر قائد اعظم نے نوجوانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ”میں آج آپ سے سربراہ مملکت کی حیثیت سے نہیں ذاتی دوست کی حیثیت سے مخاطب ہوں۔ میرے دل میں نوجوانوں خصوصاً طالب علموں کی بڑی تدریج و مزالت ہے۔ آپ

پر قوم اور والدین کی طرف سے بھاری ذمے داریاں عائد ہوتی ہیں۔ ہم سب کا فرض ہے کہ متعدد کو ملکی تعمیر و ترقی میں مصروف ہو جائیں۔“ مزید کہا، ”میرے نوجوان دوستو! میں آپ کو خبردار کرنا چاہتا ہوں کہ اگر آپ کسی سیاسی جماعت کے الگ کاربنیں گے تو یہ آپ کی سب سے بڑی غلطی ہوگی۔ اب ایک انقلابی تبدیلی رونما ہو چکی ہے۔ یہ ہماری اپنی حکومت ہے، ہم ایک آزاد اور خود مختار مملکت کے مالک ہیں۔ ہمیں آزاد اقوام کے افراد کی طرح اپنے معاملات کا انتظام کرنا چاہئے۔ اب ہم کسی بیرونی طاقت کے غلام نہیں ہیں، ہم نے غلامی کی بیڑیاں کاٹ ڈالی ہیں۔“ بابائے

قوم نے مزید فرمایا، ”میرے نوجوان دوستو! اب میں آپ ہی کو پاکستان کا حقیقی معمار سمجھتا ہوں اور دیکھنا چاہتا ہوں کہ آپ اپنی باری آنے پر کیا کچھ کر کے دکھاتے ہیں۔ آپ اس طرح رہیں کہ کوئی آپ کو گراہنا نہ کر سکے۔ اپنی صفوں میں مکمل اتحاد اور استحکام پیدا کریں اور ایک مثال قائم کریں کہ نوجوان کیا کچھ کر سکتے ہیں۔“

غور کیا جائے تو قائد اعظم نے نوجوانوں میں خود اعتمادی جگاتے ہوئے آئندہ کی حکمت عملی طے کرنے کی قابلیت پیدا کرنے کی کوشش کی، ہمارے نوجوان نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سنت کے مطابق زندگی گزارنے پر عمل شروع کر دیں تو وہ یہ منزل حاصل کر سکتے ہیں، اس راہ پر اولیائے کرام کی کتابیں اور سوانح حیات مشعل راہ ثابت ہوں گی۔ سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی، حضرت داتا گنج بخش، حضرت لعل شہباز قلندر رسمیت کرنے ہی بزرگان دین ہیں جن کی داستان حیات کسی بھی مسلمان مضبوط رہے گا۔“

ملک کا مستقبل نوجوانوں کی سوچ کے معیار اور انداز فکر پر منحصر ہوتا ہے، یہ جتنی با مقصد اور بلند ہوگی، ملک ترقی کی منازل اتنی تیزی سے طے کرے گا، بصورت دیگر تزلی اور پتی کی راہ لے گا۔ یہی وجہ ہے کہ قائد اعظم محمد علی جناح کو نوجوانوں سے بہت زیادہ توقعات وابستہ تھیں۔ تقریباً آپ اپنے ہر خطاب میں نوجوانوں کو کوئی نہ کوئی نصیحت یا پیغام ضرور دیتے تھے۔ نوجوانوں میں ملک و قوم کی خدمت کا جذبہ موجود ہوتا ہے لیکن خدمت کے اس جذبے کو بروئے کار لانے کا طریقہ اور اسلوب معلوم نہیں ہوتا۔ اگر کوئی اپنے تین ملک و قوم کی خدمت کرنا چاہے تو وہ کس طرح ملک و قوم کی خدمت کر سکتا ہے؟ وہ کون سے اصول ہیں جن پر چل کر وہ ملک و قوم کی خدمت میں اپنا حصہ شامل کر سکتا ہے؟

لکھنؤ میں خطاب کرتے ہوئے قائد اعظم محمد علی جناح نے نوجوانوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ”نوجوانو! اپنی تنظیم کرو۔ یک جہتی اور مکمل اتحاد پیدا کرو، اپنے آپ کو تربیت یافتہ اور مضبوط سپاہی بناؤ۔ اپنے اندر اجتماعی جذبہ اور رفاقت کا احساس پیدا کرو اور ملک و قوم کے نسب العین کے لیے وفاداری سے کام کرو۔ مجھے تو کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ تاریخ میں وہ مقام حاصل نہ کریں جو آپ کے آباء اجداد نے حاصل کیا تھا۔ آپ میں مجاہدوں جیسا جذبہ پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔“ (lahore میں طلباء سے خطاب 30 اکتوبر 1937ء)۔

قائد اعظم محمد علی جناح کو نوجوان طلباء سے بہت محبت تھی، اسی لیے تو نوجوان مسلم طلباء نے قائد اعظم کے ولولہ انگیز پیغام کو حرز جان بناتے ہوئے تحریک پاکستان میں سرو ہڑی کی بازی لگا کر تاریخ حریت کو اپنے خون اور نوک شمشیر سے رقم کیا۔ قائد اعظم نے ان کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے یوں فرمایا: ”نوجوان طلباء میرے قابل اعتماد کارکن ہیں۔ تحریک پاکستان میں انہوں نے ناقابل فرماویں خدمات سرانجام دی ہیں۔ طلباء نے اپنے بے پناہ جوش اور ولو لے سے قوم کی تقدیر بدلت ڈالی ہے۔“

1937ء کے ملکتہ کے اجلاس میں قائد اعظم نے نوجوانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ”نی نسل کے نوجوانو! آپ میں سے اکثر ترقی کی منازل طے کر کے اقبال اور جناح نہیں گے۔ مجھے پو ایقین ہے کہ قوم کا مستقبل آپ لوگوں کے ہاتھوں میں مضبوط رہے گا۔“

رکھتا ہے وہ افطار میں کیا کیا میرے آگے

اطہر حفیظ فراز

اک نعمت عظمی ہے یہ روزہ میرے آگے
میں پیاس کا سحر ہوں تو دریا میرے آگے
ہر وقت فخش گوئی سے بچنا مجھے لازم
تب جا کے نکتا ہے نتیجہ میرے آگے
دن بھر جسے چھوڑا ہے فقط اس کی رضا میں
رکھتا ہے وہ افطار میں کیا کیا میرے آگے
منزل پہ تو کلیاں ہیں، شنگوفے ہیں، شجر ہیں
گرچہ ہے یہ پرخار سا رستہ میرے آگے
میں کون ہوں، کیا ہوں، کس غرض سے ہوں میں
ہر آن جو رکھتا ہے یہ شیشہ میرے آگے
روزے کے توسط سے جزا خاص۔ ملے ہے
اے کاش کہ ہو جلوہ مولیٰ میرے آگے
اک یار مہرباں پہ ہے قربان سبھی کچھ
یہ جام و سبو، ساغر و بادہ میرے آگے
دل دے کے فراز !! اس کی محبت کو سمیانا
ہر چند کہ آنکھوں میں تھی دنیا میرے آگے



نوجوان کو حق کی راہ دکھانے کیلئے کافی ہے۔ اگر نوجوان اپنی اصلاح کر لیں تو یہ بھی ملک کی خدمت میں شمار ہو گا۔ موجودہ دور میں اگر نوجوان اپنے شب و روز کا بغور جائزہ لیں تو انہیں اندازہ ہو گا کہ دور جدید کے سکھائے معمولات زندگی صحت کے انتہائی خلاف ہیں۔ آج بے جا کاموں میں وقت ضائع کروانا انتہیت اور جدید ٹیکنالوجی ڈیزائن کرنے والوں کا شیوه بن چکا ہے۔ انہوں نے ہمیں ویڈیو گیمز، اختریت ویڈیو اور فلموں میں لگا کر حقیقی زندگی سے بہت دور کر دیا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ کھلیوں کے میدان ویران ہوتے جا رہے ہیں۔ اجتماعیت کا فقدان ہے، دور حاضر کے چیلنجز اس کے مقاضی ہیں کہ نوجوانوں میں اتحاد و یگانگت ہو۔ ان کی زندگی کا کوئی لحہ بے مقصد نہ گزرے۔ وہ بہترین تعلیم یافتہ ہوں۔ جدید دور کے تقاضوں کو پورا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں، ان میں سائنسدان، ڈائٹرز، انجینئرز، قابل وکیل، اساتذہ اور دیانت دار سیاستدان ہوں جو اس ملک کی بآگِ دوڑ اپنے بزرگوں کے مقابلے زیادہ بہتر انداز میں سنبھالیں۔ قائدِ اعظم کو نوجوانوں سے یہی توقع تھی۔ ہماری اپنی تہذیب بے مغربی یا لغارت سے متاثر نہ ہوں بلکہ اپنی تہذیب میں انہیں ڈھل لیں۔

ماਰچ 1948ء میں ڈھاکہ میں قائدِ اعظم محمد علی جناح نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ”میرے نوجوانو! میں تمہاری طرف توقع سے دیکھتا ہوں کہ تم پاکستان کے حقیقی پاسبان اور معمار ہو۔ دوسروں کے آلہ کار مت بنوائے میں مت آؤ۔ اپنے اندر مکمل اتحاد اور جمیعت پیدا کرو اور اس کی مثال پیش کرو کہ جوان کیا کر سکتے ہیں۔“ یعنی نوجوان دوسری اقوام سے مرعوب نہ ہوں، بالخصوص دنیا کی ظالم اور استعماری طاقتوں کے نظریات سے متاثر نہ ہوں، ذہنی طور پر ان کے غلام نہ بنیں۔ ان کی اپنی ایک شاخت ہوئی یہ کہ وہ دوسروں کی تقلید میں اپنی شاخت کھو بیٹھیں۔ ان کی اپنی زندگی ایسی ہو کہ دوسرے آپ کے پیچھے چلنے میں فخر محسوس کریں۔ دوسروں کے راستے پر چلنے کے بجائے دوسروں کو اپنے راستے پر چلانے کا نمونہ قائم کریں۔ یہ اسی صورت ممکن ہے جب وہ خود اپنی اصلاح کریں۔ جب ہر شخص اپنی اصلاح کرے گا تو نتیجہ معاشرہ امن کا گھوارہ بنے گا۔ ہر شخص کے دل میں دوسرے کا احترام ہو گا تو ملک و قوم کی خدمت کا جذبہ پروان چڑھے گا۔ آئیں ہم بھی دوسروں کی امید بن کر زندہ رہیں، دوسروں کے لیے آسانیاں پیدا کریں اور امر ہو جائیں، تعلیم پر توجہ دیں اور مستقبل روشن کریں۔ نوجوان قائدِ اعظم کو مشعل راہ بنانے کی سلامتی و بقا اور نظریاتی و سیاسی استحکام کے لیے بہت بڑا اور اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ دوسری اقوام سے مرغوب ہو کر اپنی تہذیب بھول جانا ہی ملک و قوم کی تباہی ہے۔

نوٹ: ادارے کا قلمکار کے خیالات اور پیش کردہ مندرجات سے متفق ہونا ضروری نہیں۔



پاکستان کی قدر کریں

تحریر: لبنا مقبول



دینے کے لئے ہم وقت تیار رہتا ہے۔ پاک فوج ہماری نظریاتی سرحدوں کی محافظت، دینی اسلامی ریاست، پاکستان، کوئی معمولی ریاست نہیں تھی۔ یہ ریاست تھی جو ظاہر کوئی جنگ لڑے بغیر قائدِ عظم کی سیاسی بصیرت پر حاصل کی گئی تھی۔ دو قومی نظریے کی بنیاد پر حاصل کئے جانے والے پاکستان نے اپنی تشكیل کے پہلے دن سے ہی عالمی طاقتوں کو بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ نئی مملکت نے جلد ہی اپنے منفرد محل و قوع کے باعث خلیے میں اپنی جغرافیائی حیثیت اور اہمیت کو منوالیا۔ اسی منفرد حیثیت کے باعث ماضی سے لے کر اب تک، عالمی طاقتیں پاکستان کو بھی بھی، کسی بھی طور نظر انداز نہ کر سکیں اور کسی نہ کسی طریقے سے، بھلے وہ دوستانہ اور مصاختی انداز ہو یا پھر سیاسی دباؤ، پاکستان کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہوئے پاکستان کی طرف متوجہ ہی ہیں۔

پاکستان کا کردار ہمیشہ مثالی رہا ہے۔ 28 مئی 1998ء کو چاغی کے مقام پر ایٹھی دھماکہ کر کے پاکستان دنیا نے اسلام کا پہلا اور دنیا کا ساتواں ایٹھی ملک بن گیا۔ دنیا پاکستان کو ایٹھی طاقت کے طور پر قبول کرنے کے لئے تیار نہیں تھی اور عالمی سطح پر ایک عرصے تک اس بات پر کافی پروپیگنڈا کیا گیا کہ پاکستان کے ایٹھی اشائے محفوظ ہاتھوں میں نہیں ہیں لیکن الحمد للہ پاکستان کا ایٹھی پروگرام فول پروف کمانڈ ایڈ کنٹرول سسٹم کے حصاء میں ہے۔ پاکستان کی بے پناہ طاقت اس کی نذر، بے باک اور با صلاحیت پاکستانی قوم ہے۔ آبادی کے تناسب سے ملک میں نوجوانوں کا تناسب سب سے زیادہ ہے اور پاکستان عالمی سطح پر بھی نوجوانوں کی اکثریت کے ساتھ ٹاپ رینکنگ پر ہے اور یہ یقیناً پاکستان کے تباہک مستقبل اور ترقی کے لئے ایک خوش آئند بات ہے۔ پاکستانی نوجوان دنیا کے ہر میدان میں اپنی ذہنی صلاحیتوں اور ہنر سے خود کو منوا چکے ہیں۔ ان نوجوانوں کی تخلیقی صلاحیتوں کو اجاگر کر کے سائنس، انفار میشن، بینالا لوچی، ٹیلی کمیونیکیشن جیسے شعبوں میں ایک انقلاب لایا جاسکتا ہے۔ صحیح منصوبہ بندی کے ساتھ افرادی قوت کے درست اور بروقت استعمال کے ساتھ پاکستان تیز ترین معاشی و سماجی ترقی کی مزید نی را ہوں پر گامزن ہو سکتا ہے۔ پاکستان کا شمار دنیا کے خوبصورت ترین ممالک میں ہوتا ہے۔ پاکستان کے شہابی علاقہ جات کی خوبصورتی کا کوئی ثانی نہیں۔ اس کے بلند و بالا پہاڑ، برف سے ڈھکی چوٹیاں، بہتے جھرنے، ندیاں، خوبصورت جھیلیں، پانچ دریا، ذرخیز اور سر بیز و شاداب وادیاں، قدیم تہذیبیں، تاریخی مقامات، معدنی ذخائر سے مالا مال چٹانی سلسلے، گھنے جنگلات، وسیع ریگستان، گہرا سمندر، خوبصورت ساحل، جزائر اور چار موسموں کی موجودگی کے ساتھ ہر قسم کی آب و ہواں کو سیاحوں کی

14 اگست 1947ء کو دنیا کے نقشے پر ایک نئی شناخت کے ساتھ منصہ شہود پر آنے والی اسلامی ریاست، پاکستان، کوئی معمولی ریاست نہیں تھی۔ یہ ریاست تھی جو ظاہر کوئی جنگ لڑے بغیر قائدِ عظم کی سیاسی بصیرت پر حاصل کی گئی تھی۔ دو قومی نظریے کی بنیاد پر حاصل کئے جانے والے پاکستان نے اپنی تشكیل کے پہلے دن سے ہی عالمی طاقتوں کو بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ نئی مملکت نے جلد ہی اپنے منفرد محل و قوع کے باعث خلیے میں اپنی جغرافیائی حیثیت اور اہمیت کو منوالیا۔ اسی منفرد حیثیت کے باعث ماضی سے لے کر اب تک، عالمی طاقتیں پاکستان کو بھی بھی، کسی بھی طور نظر انداز نہ کر سکیں اور کسی نہ کسی طریقے سے، بھلے وہ دوستانہ اور مصاختی انداز ہو یا پھر سیاسی دباؤ، پاکستان کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہوئے پاکستان کی طرف متوجہ ہی ہیں۔

پاکستان کے بعد سے ہی، گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ پاکستان اندر وہی اور یہ وہی سازشوں کا مقابلہ کرتے ہوئے بیک وقت مختلف محاذاوں پر برسر پیارہا جس کی وجہ سے پاکستان کی ترقی کی راہ میں بے شمار رکاوٹیں ہمیشہ سے حائل رہیں۔ لیکن ان سب مسائل اور مشکلات کے باوجود پاکستان اپنے اہم جغرافیے کے باعث اپنے پڑوی ممالک اور خلیے میں موجود دوسرے ممالک کے درمیان ایک دوستانہ رابطہ کا ماحول بناتا ہوا ایک مضبوط اور طاقتور ملک ہے جس کی طاقت کا اصل راز اس کی بڑی آبادی، اہم جغرافیہ اور منفرد محل و قوع، نڈر اور طاقتور فوج اور برادر ملک چین کے ساتھ پہلے دن سے ہی دوستانہ تعلقات میں پوشیدہ ہے۔ اس کے علاوہ پاکستان جنوبی ایشیا، وسطی ایشیا اور مشرق وسطی کے ممالک کے مابین ایک اہم پل کی حیثیت رکھتا ہے۔ عالمی سیاست میں بھی پاکستان کی اہمیت مسلمہ ہے جسے نظر انداز کرنا دنیا کے لئے آسان نہیں۔ چین اور امریکہ کے درمیان ہونے والی معاشی ورلد آرڈر کی دوڑ میں پاکستان کا کردار نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ شاید اسی اہمیت کے پیش نظر عالمی طاقتیں کبھی پاکستان پر ناجائز پابندیاں عائد کرتی رہیں تو کبھی تمام ترجیحشوں کو یکسر بھلا کر پاکستان کو گلے لگاتے ہوئے نظر آتی ہیں۔ پاکستان کی اصل طاقت اور فخر عوام کا جذبہ اور پاک افواج کا عزم ہے جس کا شمار دنیا کی چند منظم ترین، طاقتور، تربیت یافتہ اور جذبہ شہادت سے سرشار فورسز میں ہوتا ہے۔ پاک فوج کی بہترین عسکری صلاحیتوں کی وجہ سے ساری دنیا سے قابل ریکٹ نظروں سے دیکھتی ہے۔ جذبہ ایمانی سے لیں، جرأت و بہادری کی ناقابل فراموش دستانوں کے ساتھ پاک فوج کا ہر سپاہی اندر وہی وہی وہی دشمن کو من توڑ جواب

دچپی کا باعث بنا تی ہے۔ اس کے علاوہ مختلف رنگ شفافتیں، بولیاں، اور قدیم اور تاریخی تہذیبوں کی موجودگی پاکستان کو ایک بہترین اور مثالی ملک بنادیتی ہے۔ اب اگر پاکستان کا اندر وونی جائزہ لیا جائے تو یہ انمول دھرتی بیش بہا خزانوں اور وسائل سے مالا مال نظر آتی ہے۔ بنیادی طور پر پاکستان ایک زرعی ملک ہے۔ کاشتکاری کے علاوہ مویشی بانی، پلٹری اور ماہی گیری بھی یہاں کے لوگوں کا ایک قابل ذکر ذریعہ معاش ہے جس کو بھر پور توجہ کے ساتھ ملکی معیشت میں زریبادلہ کے ذخیرہ بڑھانے کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ زراعت کے شعبے میں ترقی صرف اسی وقت ممکن ہے کہ حکومت مستقل بنیادوں پر سنجیدگی کے ساتھ طویل المیعاد منصوبہ بنندی کرتے ہوئے ہے ڈیزیکی تعمیر کے ساتھ ساتھ زرعی نیکنا لو جی میں آگے بڑھے۔

پاکستان قدرتی معدنیات کی دولت سے بھی مالا مال ہے۔ اہم معدنیات میں کونک، نمک، چیسم، خام لوہا، کرومائیٹ، تانبا، سنگ مرمر، فیٹی پتھر، گیس اور خام تیل شامل ہیں۔ اس کے علاوہ ایسے معدنی ذخیرے موجود ہیں جو کہ ابھی تک دریافت نہیں کئے جاسکے۔ یہ ضروری ہے کہ جدید نیکنا لو جی کا استعمال کر کے پاکستان میں موجود معدنیات و قدرتی وسائل سے بھر پور فائدہ اٹھایا جائے۔ 8 ستمبر 1958ء کا دن پاکستان کی تاریخ میں بہت اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اس دن گوادر کا 15 لاکھا بیکڑ سے زائد رقبہ پاکستان کی ملکیت میں شامل ہوا۔ اس وقت شاید کسی کو بھی یہ اندازہ نہ تھا کہ آنے والے برسوں میں گوادر پاکستان کی قسمت بدلنے کا باعث بن جائے گا۔ 2002ء میں گوادر پورٹ کی تعمیر کا فیصلہ کیا گیا۔ گوادر پورٹ کا قیام، پاکستان کے بہترین مستقبل کی نوید رکھتا ہے۔ دراصل گوادر پورٹ ہی سی پیک جیسے گیم چیخیر کی بنیاد بنا۔ پاکستان کا سی پیک، اشیائے تریل کا ایک ایسا میگا منصوبہ ہے جو کہ بہت سارے ممالک کو سڑکوں اور ریلوے کے جدید نظام کے ساتھ ساتھ، گوادر پورٹ کے ذریعے آپس میں ملاتے ہوئے تجارت کے نئے دروازے کھول کر دنیا میں طاقت کے توازن کو بدل کر رکھ دے گا۔ اس کے علاوہ پاکستان اقتصادی رہداری منصوبہ و سطحی ایشیائی ممالک کی سماجی و اقتصادی ترقی کے لئے کئی موقع فراہم کرتا ہے۔ سی پیک اور گوادر بندرگاہ کی مدد سے وسط ایشیائی ممالک علاقائی تجارت اور رابطہ کاری کو زیادہ سے زیادہ فروغ دے سکتے ہیں۔ چین اس منصوبے میں کلیدی کردار ادا کر رہا ہے اس طرح اس منصوبے کے ذریعے پاکستان کے چین کے ساتھ تجارت کے نئے دروازے کھل جائیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان کا یہ منصوبہ دشمنوں کی آنکھوں میں کھلتا ہے اور اس وقت دنیا بھر کی نگاہیں اس عظیم الشان منصوبے کی جانب لگی ہوئی ہیں۔ آج دوست تو دوست دشمن بھی اس کا حصہ بنتا چاہتے ہیں۔ بلاشبہ ہماری پاک دھرتی نہایت انمول ہے۔ یہ پاک وطن عطیہ

ضرورت اس امر کی ہے کہ پاک وطن کی سلامتی، دفاع اور تحفظ کے ساتھ اس کی تعمیر و ترقی خوشحالی کے لئے ہم سب پر عزم ہو کر ایک صاف میں کھڑے ہو جائیں۔ اس کے لئے حکومت، اداروں اور عوام کو نیک نیتی کے جذبے کے ساتھ ایک سوچ پر آنا ہوگا اور وہ سوچ ہو گئی سلامتی، ترقی، خوشحالی اور استحکام کی سوچ، پانیدار امن کی سوچ، اپنی آنے والی نسلوں کے بہتر مستقبل کی سوچ۔ اگر ہم متعدد ہو گئے تو دنیا کی کوئی طاقت ہماری طرف میلی تکاہ سے دیکھنے کا سوچ بھی نہیں سکتی۔ پاکستان کی قدر کی ترقی۔ انفرادی سطح سے اجتماعی سطح پر متعدد ہونے میں ہی پاکستان کی ترقی کا راز مضرر ہے۔ پاکستان کی ترقی کے لئے ہم سب کو بحیثیت ایک قوم کے پہلے اپنی انفرادی اہمیت کا اور اک کرتے ہوئے نہایت ذمہ داری اور لگن کے ساتھ قدم بڑھانا ہو گا تاکہ ہم اجتماعی طور پر اپنی منفرد شاخت کو برقرار رکھتے ہوئے اپنے سبز ہلائی پر چم کی شان میں اضافہ کر سکیں۔ اپنے پاک وطن میں ایک آزاد قوم کی حیثیت سے رہنے کا حق ادا کر سکیں، اس انمول دھرتی کا نام عالمی سطح پر روشن کر سکیں۔ (بشاریہ: ہلال)



سرک سفر۔ پاکستانی سوچ کا فروغ

تحریر: محمود شام

راستوں کا صرف 4.6 فیصد ہیں لیکن یہ پورے ملک کی تجارتی نقل و حمل کا 80 فیصد بوجہ منتقل کرتے ہیں۔ شہر ایس پاکستان میں ہی نہیں دنیا بھر میں صرف تجارت میں ہی نہیں دفاع اور سلامتی میں بھی مرکزی کردار ادا کرتی ہیں۔ میرے سامنے شاہراہوں کی ایک کمپکشاں بھی ہوتی ہے۔ موڑویز، قومی شاہراہیں سب ملا کر 52 سڑکیں جھلmlارہی ہیں۔ سمندر سے افغانستان کی سرحد تک پاکستان کے رنگ آپ کی آنکھوں میں اترتے ہیں۔ شمالی علاقوں کی شاہراہیں، محبوب کی زلفوں کی طرح بل کھاتی ہیں۔ بلندیوں سے ہمکنار کرتی ہیں۔ حسن فطرت آپ سے بغلوں گیر ہوتا ہے۔ فیصلہ کریں۔ باہر نکلیں تو سہی۔ یہ جو امریکہ ہے۔ پورپ ہے۔ اور اب چین۔ ان میں ترقی اور خوشحالی ان شاہراہوں سے ہی آئی ہے۔ یہ قابل اعتماد مخنوظ سڑکیں ہی گاڑیوں کی صنعت میں توسعہ کا سبب بنتی ہیں۔ خوبصورت ایئر کنڈیشنڈ بسوں کی درآمد کا محرك ہوتی ہیں۔ امریکہ میں، ریاستوں کے مابین شاہراہوں کا سلسہ زیادہ پرانا نہیں ہے۔ 1956 سے شروع ہوا ہے۔ اس نے امریکہ کا چہرہ سنوار دیا۔ امریکی اپنی بین الیاستی شاہراہوں کو اپنی 51 دویں ریاست کہتے ہیں۔ ہم بھی قومی شاہراہوں کو اپنا پانچواں صوبہ کہہ سکتے ہیں۔ مگر ہم صوبوں میں اضافے کے قائل نہیں ہیں۔ تاریخ کے اوراق ہمیں بتاتے ہیں کہ شاہراہیں سماج کو تبدیل کر دیتی ہیں۔ جینے کے انداز اور حسین ہو جاتے ہیں۔ شاہراہوں پر توجہ دی جائے تو آپ کی تہذیب، تمدن سنور جاتے ہیں۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ جہاں باائی پاس ہوتے ہیں۔ وہاں نئی بستیاں ابھر آتی ہیں۔ ٹرکوں ٹریبلز کے ڈرائیور، نئے نئے ڈھایوں کو جنم دیتے ہیں۔ چائے اور کھانے کے معیار کو بدلتے ہیں۔ ہر نئے ڈھاہبے کے ساتھ ایک چھوٹی سی مسجد بھی تعمیر ہو جاتی ہے۔ بچوں کے کھینچنے کی جگہ بھی بن جاتی ہے۔ شاہراہوں نے لمبی ڈرائیونگ کو اتنا ہٹ کی جائے تفریح میں ڈھاہل دیا ہے۔ امریکہ پورپ میں بھی آگئی چھوٹے قصبوں شہروں میں شاہراہوں کے راستے پہنچی ہے۔ غور کیجئے کہ شاہراہ کی نیت اور مشن کتنا عظیم ہے۔ ہر مسافر کو اپنی منزل تک پہنچانا۔ اس کے دعوے تو ہر سیاسی اور فوجی سربراہ کرتا ہے لیکن منزل تک پہنچانے میں بہت کم کا کردار ہے۔ زیادہ تر ہمیں بھٹکاتے ہی رہے ہیں۔ شاہراہوں کے نتیجے میں مزاج میں سب سے زیادہ تبدیلی بلوچستان میں آئی ہے۔ پاکستان میں موڑوے کا تصور میاں نواز شریف سے وابستہ ہے۔ وہ کاش ذہنوں میں بھی شاہراہیں بناتے تو موڑویز قومی تکمیل کی پگڈنیاں بن جاتے۔ کسی نہ کسی یونیورسٹی نے ضرور تحقیق کی ہو گی کہ پاکستان میں موڑویز، قومی شاہراہوں نے معاشرے کو لکھا تبدیل کیا ہے۔ این ایجادے کو چاہئے کہ ایسی تحقیق کروائے۔ قومی شاہراہ سوچنے کے انداز بہتر کرتی ہے۔ شہر، صوبے کے ذہن بدل دیتی ہے۔ مگر تاریخ کا سوال یہی ہے کہ ہماری اشرافیہ، جاگیردار، حکمران طبقے، مقتدر طاقتیں کیا تبدیل شدہ پاکستان کو قبول کرنے کو تیار ہیں۔ کیا شاہراہوں نے اشرافیہ کی سوچ کو بھی بدلا ہے؟

حکمران اور مختلف جماعتیں دونوں روزانہ نفرتیں کاشت کرتے ہیں۔ میدیا بڑے خلوص سے ان کی آبیاری کرتا ہے۔ نفرتیں پھیلانے والے اگر یہ سمجھتے ہیں کہ اس کے نتیجے میں انہیں محبت ملے گی تو یہ خیال خام ہے۔ میں آج صرف حسن فطرت اور قومی شاہراہوں پر مبنی الصوابی رابطوں اور شفاقتی رنگوں کی بات کروں گا۔ میری آپ کی سرزی میں چاہتیں بکھیر رہی ہے۔ راستے خیر مقدم کے لیے بانہیں پھیلائے کھڑے ہیں۔ افسانہ نگار ہما یگ ہنزہ گلگت کی واڈیوں میں گھوم رہی ہیں۔ فیض بک پر اپنے نظارے بانٹ رہی ہیں۔ یہ آیت بے ساختہ ورزباں ہوتی ہے۔ تم اپنے رب کی کون کوئی نعمتوں کو جھلاوے گے۔ مستنصر حسین تاریخ کتنے خوش قسمت ہیں۔ جوانی میں ان سارے حسین علاقوں سے موحجن ہو چکے ہیں۔ قومی شاہراہوں کی کیے بعد گیرے تعمیر نے پاکستان کو خوب تربنادیا ہے۔ علمیاتی بستیوں کے درکھول دیے ہیں۔ یہ سن کر بہت سرست ہوتی ہے کہ اندر وون ملک سڑک سفر بڑھتا جا رہا ہے۔ عالمگیر وبا کو ڈو 19 نے جہاں ہلاکتیں اور لا متناہی افسردگی مسلط کی ہے۔ وہاں سڑک سفر کو فروغ بھی دیا ہے۔ جب پروازیں بند ہو گئی تھیں تو ضرورت مند پاکستانیوں نے اپنی گاڑیاں نکالیں۔ اہل خانہ سمیت کراچی، لاہور اور دوسرے علاقوں تک سافرت کی۔ ہم جیسے بہت سے کاہل بھی کراچی سے اسلام آباد تک گئے۔ نیشنل ہائی وین، موڑویز نے دیدہ دول فرش راہ کیے۔ درخت ہمکلام ہوتے رہے، پرندے بلاعیں لیتے رہے۔ یہ مسافتیں صرف سڑک ہی نہیں دکھاتیں، تہذیب تہذیب تہذیب تہذیب تہذیب تہذیب میں، آثار قدیمہ میں جھانکنے کی دعوت بھی دیتی ہیں۔ محراجاں، گنبد، مینار گزری صدویں میں لے جاتے ہیں۔ قومی زبان کا استعمال بڑھاتی ہیں۔ قومی سوچ کو فروغ دیتی ہیں۔ انفرادی تصورات قومی تصورات میں تبدیل کر دیتی ہیں اسے صرف ڈرائیور کی نگاہ، گاڑی کے ناگروں اور سڑک کے ملن تک محدود نہ کریں۔ یہ شاہراہ شہر، گاؤں کی فکر کو صوابی فکر میں بڑھاتی ہے۔ پھر صوابی فکر کی حد پار کر کے قومی افکار کا روپ دھارتی ہے۔

نیشنل ہائی وے اتحاری کی لوح (ویب سائٹ) بتا رہی ہے کہ پاکستان کے کچے کچے راستوں، موڑویز، قومی شاہراہوں سب کی گل لمبائی 26 لاکھ چھتیں ہزار سات سو 75 کلو میٹر بنتی ہے۔ اس میں سے نیشنل ہائی وے اتحاری سائز ہے تیرہ ہزار کلو میٹر کا انتظام سنبھالے ہوئے ہے۔ این ایجادے سے وابستہ اعلیٰ اونی افر، دیگر عملہ کتنا خوش قسمت ہے کہ ان کی ملازمت سفر سیلہ ظفر کے کارخیر کے لئے ہے۔ لکنے علاقوں کی خوشحالی کی کنجی ان کے پاس ہے۔ آپ جب کسی قومی شاہراہ پر فالٹے سمیٹ رہے ہوتے ہیں تو جانے انجانے میں آپ کی آنکھیں ملک کو آگے بڑھتا دیکھتی ہیں۔ آپ جن سڑکوں، نیکتروں، ٹرالوں کے پاس سے گزرتے ہیں وہ ملک کی زراعت، صنعت کی پیداوار کی نمائش کر رہے ہوتے ہیں۔ زمین کتنا سونا اگل رہی ہے۔ محنت کش، ٹیکو کریٹ، کار پوریٹ سیکٹر سب مل کر کوئی مصنوعات پیش کر رہے ہیں۔ یہ سائز ہے تیرہ ہزار کلو میٹر اگرچہ پورے

ایسٹر: کراچی کے نوجوان تین ہزار سال پرانی

تحریر: نعیم اکبر

عبرانی زبان کیوں سیکھ رہے ہیں؟

کراچی میں چند مسیحی نوجوان ایک مذہبی گیت ایسی زبان میں گانے کی مشق کر رہے ہیں جسے پاکستان میں شاید ہی کوئی سمجھتا یا بولتا ہو۔ تاہم ہیں سے پچیس ان مسیحی بھی ان قدیم زبانوں سے آگئی ہو سکے۔ وہ کرائسٹ دی کنگ سینٹری نیشنل افراد نے حال ہی میں اس زبان کو سیکھنے کی مشق مکمل کی ہے۔ اس گروپ میں شامل کیتوںک انسٹیوٹ آف تھیالوگی میں عبرانی اور یونانی زبانوں کے استاد ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ تین ہزار سال پرانی زبان ہے۔ اس کو سیکھنا مشکل ہے۔ میرا بدف تھا کہ ان لوگوں کو اس زبان کا ایک جامع تعارف دیا جائے اور پھر ان کو اس قابل بنایا جائے کہ وہ خود سے عبرانی زبان پڑھ سکیں۔ جیسے مسلمان بہن بھائیوں کے لیے قرآن عربی زبان میں پڑھنا ایک زبان کو سیکھوں۔ ہمارا جو پاک کلام ہے مجھے اسے اس کی اصلی زبان میں سیکھنے کا موقع شرف ہے، یہاں کے لیے ایک بڑی برکت ہے۔ تو ہمارے مسیحی بہن بھائی بھی سمجھتے ملے گا۔ میں نے بھی یوں یوب پر عبرانی زبان میں (مذہبی) گیت سننا شروع ہیں کہ اگر ہم باتعلیٰ مقدس کو اس کی اصلی زبان میں پڑھیں تو یہاں کے لیے بڑی کردیے۔ دنیا بھر میں گذشتہ ماہ مسیحی برادری کے روزوں کے ایام شروع ہوئے جس کا اختتام ایسٹر کے تھوا پر ہوتا ہے۔ پاکستان میں مسیحی مشری ادارے میکنیکل سینٹر نے ان ایام کے دوران اپنی برادری کے لوگوں کو عبرانی زبان سکھانے کے لیے ایک کورس کا انعقاد کیا ہے وہ مذہبی طور پر مقدس سمجھتے ہیں۔



گل افشاں ایک ڈاکٹر ہیں جنہوں نے کورس مکمل کیا ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ ہم نے حروف تہجی اور گرامر سیکھی۔ اب میں عبرانی میں اپنا نام لکھ سکتی ہوں اور بھی بہت سچھ لکھ سکتی ہوں۔ حروف تہجی کو دیکھ کر میں نے ایک مذہبی گیت پورا عربانی زبان میں لکھا۔ اب میری خواہش ہے کہ میں عبرانی زبان میں لکھی گئی باتعلیٰ دنیا بھر میں کیتوںک فرقے سے تعلق رکھنے والے مسیحی مذہبی روحاںی پیشواؤں کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنی مذہبی تعلیم کے دوران عبرانی، یونانی اور لاطینی زبانوں کا مطالعہ کریں جن میں ابتدائی طور پر تورات، زبور، انجلی اور دیگر الہامی کتابیں اور صحائف لکھنے گئے تھے۔ تاہم کراچی میں عبرانی زبان سیکھانے والے مسیحی معلم

‘میں عبرانی میں اپنا نام لکھ سکتی ہوں’

سلومنی ریاض اس بات پر خوش ہیں کہ انہوں نے عبرانی زبان سیکھنے کے کورس میں داخلہ لیا اور کامیابی سے مکمل بھی کیا۔ میں اس موقع کو صاف نہیں کرنا چاہتی تھی۔ نہ صرف میں بلکہ میری ماما اور تائی ماما نے بھی اس کورس میں داخلہ لیا،

‘مذہبی کتابوں کا اصل زبان میں مطالعہ’

دنیا بھر میں کیتوںک فرقے سے تعلق رکھنے والے مسیحی مذہبی روحاںی پیشواؤں کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنی مذہبی تعلیم کے دوران عبرانی، یونانی اور لاطینی زبانوں کا مطالعہ کریں جن میں ابتدائی طور پر تورات، زبور، انجلی اور دیگر الہامی کتابیں اور صحائف لکھنے گئے تھے۔ تاہم کراچی میں عبرانی زبان سیکھانے والے مسیحی معلم



SARMAD GLOBAL
CHARTERED ACCOUNTANTS

QUALIFIED CHARTERED ACCOUNTANTS WITH BIG4 EXPERIENCE

FREE TELEPHONE / EMAIL & WHATSAPP SUPPORT

Company Incorporation / Registered Office Address

Private UK Pension Tracing

Personal Income Tax Return Investigations

Assets Review for Inheritance Tax

Rental Income Tax Returns

Appealing - Past years HMRC Penalties

UK State Pension Entitlement Review

Preparation / Filing of prior year tax returns

Advise on filling Gaps in UK State Pension

Duplicate - Payslips / P60s

UK State Pension / (Contracted Out) Tracing

کو فسادات کے دوران شرپسند افراد کی جانب سے زمین بوس کر دیا گیا تھا۔ بعد میں اس جگہ پر ایک شاپنگ مال تعمیر کر دیا گیا اور عبادت گاہ کی زمین کی ملکیت پر تنازع کے حوالے سے ایک کیس سن 2014ء سے زیر التواہ ہے۔

تعلیمی اداروں میں دیگر مذاہب کی تعلیم کی کی

پاکستان میں بننے والے مسجی او ر دیگر مذہبی تقلیقوں سے تعلق رکھنے والے افراد کو یہ شکایت ہے کہ تعلیمی اداروں میں ان کی مذہبی تعلیم نہیں دی جاتی۔ سلوی ریاض جو چرچ کی جانب سے منعقد کیے جانے والے سندھے سکول میں بچوں کو مذہب کی تعلیم دیتی ہیں، عبرانی زبان سکھانے کا ارادہ رکھتی ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ جس طرح تعلیمی اداروں میں مسلمان بچوں کو عربی زبان میں قرآن پاک کی تعلیم دی جاتی ہے اسی طرح مشریع سکولوں میں مسجی بچوں کو عبرانی زبان سیکھائی جانی چاہیے۔ دنیا بھر میں قدیم زبانوں کو محفوظ کرنے کے حوالے سے بین الاقوامی ادارے اقوام متحده کی طرف سے پروگرام چلائے جا رہے ہیں تاکہ وہ تا پیدانہ ہو جائیں۔ ملکیٹیکل سینٹر کے ڈائریکٹر فادر عامر بھٹی نے عبرانی زبان کو سیکھانے کے پروگرام کا انعقاد کرایا۔

وہ کہتے ہیں کہ دیگر مذہبی کتابوں کی زبانوں کو مذہبی تعلیم کا لازمی حصہ بنا کر ان زبانوں کے تحفظ کے لیے اپنی سماجی ذمہ داریاں نبھارتا ہے۔ انھوں نے اپنی مذہبی تعلیم کے دوران اٹلی میں عبرانی اور یونانی زبان میں سیکھی تھیں۔ انھوں نے بی بی سی کو بتایا کہ میرا یقین ہے کہ دیگر مذہبی ایک بڑی شرکت ہے۔ آج فادر فراہدیہ کلاس دے رہے ہیں یا میں نے یہ زبان سیکھی تو یہ دیگر مذہبی کی وجہ سے ہے؟

ان کا مزید کہنا تھا کہ پاکستان میں قدیم زبانوں کو سیکھانا ایک اعزاز ہے اور ملکیٹیکل سینٹر کی برسوں سے یہ کرتا آ رہا ہے۔ اس سال پاکستان ڈاؤنسنے یہ فیصلہ کیا کہ 2021ء کو (2020ء کی طرح) ہم نوجوانوں کے سال کے طور پر جاری رکھیں گے تو وہ نوجوان جنہیں باہم پڑھنے کا شوق ہے انھیں اگر ہم یہ زبان بھی سکھائیں تو وہ بہتر طور پر جان سکیں گے،

مسیحی برادری کے لیے مذہبی طور پر اسرائیل، اٹلی سے زیادہ مقدس جگہ ہے کیونکہ پنجبر عیسیٰ وہیں پیدا ہوئے، مذہب کی بنیاد رکھی اور ان کے عقیدے کے مطابق وہیں ان کو مصلوب بھی کیا گیا تھا۔ لیکن پاکستان میں بننے والے مسجی لوگ اپنے مذہبی مقامات کی زیارت کے لیے اسرائیل سفر نہیں کر سکتے کیونکہ اسلام آباد نے آج تک اسرائیل کو ایک ریاست کے طور پر تسلیم نہیں کیا۔ تاہم عبرانی زبان کو سیکھنے کے کورس میں حصہ لینے والے افراد سمجھتے ہیں کہ اس زبان کو سیکھ کرنے صرف وہ اپنے مذہب کو بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں بلکہ یہ زبان بولنے والے ملک کے کچھ کو بھی سمجھ سکتے ہیں۔



SARMAD KHAN | ACA, FCCA

OFFICE 115 LONDON ROAD, MORDEN, SURREY SM4 5HP - UK

CELL +44 (0)7903 416 966

TEL +44 (0)208 646 3666 FAX +44 (0)208 082 5002

EMAIL: INFO@SARMADGLOBAL.COM

WEB: WWW.SARMADGLOBAL.COM

ثاقب زیری کے ہفت روزہ ”لاہور“ کی کہانی



ہم نے تین بزار کے سرماںے سے پرچہ نکالا تھا اس لیے ابتدائی چند سالوں میں تو حالت سخت ناگفتہ بہ رہی۔ لاہور کے نمائندہ خصوصی کراچی میں ”یوز یڈ تاشیر“ تھے۔ آخر وقت میں ریٹائرمنٹ کے بعد تو ان کی مالی حالت بہت ہی بہتر ہو گئی تھی۔ وہ ”سرت ڈائجسٹ“ کے ایڈیٹر تھے ”اپنا گھر“ کے ایڈیٹر تھے۔ سندھ گورنمنٹ ایکسپلائز ایسوی ایشن کے سیدھری جزل تھے۔ ہر میونیٹ میں کم از کم دس دن بیرونی ملکوں میں گزارتے تھے۔ وہ ”لاہور“ کی کچھ قسم صرف کر بیٹھے۔ ان سے دوستی بھی بلکہ استادی و شاگردی کا رشتہ تھا۔ انہیں لکھنیں سکتا تھا۔ مگر ”لاہور“ کی حالت پتی تھی۔ جب صورت حال کچھ زیادہ ہی خراب ہو گئی تو میں نے منٹی لال دین (کاتب) سے کہا کہ کیوں نہ اس دفعہ ناغز کریں اور ایک کاپی بڑھا کر پندرہ دنوں کے بعد اکٹھا پرچہ شائع کر دیں۔ مگر وہ قدرے متذبذب تھے کہ شاید مسبب الاصابہ کوئی صورت بنادے۔ ایسے لمحے تو ہم پر کئی دفعہ آئے ہیں۔ اور میں نے بھی آستانہ الوہیت پر سر رکھ دیا۔ اگلے دن کچھ مصروفیت تھی جب میں وفتر میں پہنچا تو منشی جی نے بتایا کہ ایک ڈائیمانی آڑو رے کر آیا تھا۔ مگر آپ نہیں تھے۔ اور وہ مجھے دے نہیں رہا تھا۔ ابھی ہم بات ہی کر رہے تھے کہ ڈاکیہ پھر آگیا۔ سات سو کا ”ٹی ایم او“ لے کر جو تاشیر صاحب نے بھیجا تھا۔ میں نے کیس بنوائے۔ جب ”ان کیس“ میں بریت ہی ہوئی تو نواز شریف صاحب سے پانچ کریمیں والا نہیں اور نہ ”لاہور“ جماعت ہی کا پرچہ ہے۔ نواز شریف صاحب سے پانچ کریمیں فرمائی کی کہ ”لاہور“ کو قادر یا نیٰ ہفت روزہ لکھنا شروع کیا۔ حالانکہ میں قادیانی کا رہنے والانہیں اور نہ ”لاہور“ جماعت ہی کا پرچہ ہے۔ نواز شریف صاحب سے پانچ کریمنل الحمد للہ پڑھ کرتا تاشیر صاحب کو فوراً خط لکھا کہ ”شاید آپ نے واجب الادار قم ادا کی ہو مگر حقیقت میں احسان فرمایا کہ اس وقت صورتحال یہ تھی کہ ہم ہفت روزہ کی بجائے پندرہویں دن پرچہ شائع کرنے کا سوچ رہے تھے۔ اور میراخط ملنے کے بعد انہوں نے ”ٹی ایم او“ کے ذریعے تین سو اور بھجواری یئے، اللہ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب

آج کچھ دل میں میرے درد سا ہوتا ہے۔ کیوں نہ مختصر ”لاہور“ کی کہانی ہی لکھ دی جائے۔ جس پر گزشتہ پچاس سالوں میں ایسے وقت بھی آئے کہ مالیاتی کمزوری دیکھ کر ساتویں دن کی بجائے پندرہویں دن اکٹھا پرچہ نکالنے کا قصد کیا۔ مگر اس مسبب الاصابہ نے ایسے حالات پیدا کر دیئے جو ہمارے وہم و گمان میں بھی نہ تھے۔ سب سے پہلی بات تو یہ کہ ”لاہور“ کو پہلے چار پانچ سال اشتہارات ملتے رہے اس کے بعد بند ہو گئے اس کی وجہ یہ تھی کہ ہم امور ملکت کو مقتدرین کی نگاہ سے نہیں دیکھتے تھے۔ بھنو صاحب کے دور میں مصاحب کا آغاز ہوا اور اب تک جاری ہیں۔ ”تحفظ ختم نبوت“ والے بھنو صاحب پر سوار تھے راؤ رشید (انسپکٹر جزل پولیس) کے دور میں ان کے عزیز راؤ عبد المنان آف سر گودھا کی) بھنو صاحب سے بات لائیں پر گفتگو ہوتی تھی۔ ان سے ”لاہور“ کے پرنسپر (ثاقب زیری) اور پلشرم۔ ش (محمد شفیع میاں) کے خلاف سر گودھا کے ایک مجریٹ صاحب کی عدالت میں ”ازالہ حیثیت عرفی“ کا کیس دائر کروایا گیا۔ جس میں آؤ دیکھانہ تا تو مجریٹ صاحب نے سکن اور وارنٹ بھجوانے کی بجائے ”وارنٹ گرفتاری“ جاری کر دیئے کیونکہ بھنو صاحب اس کیس میں دلچسپی لے رہے تھے جو ہمیں ہائیکورٹ سے معطل کرانے پڑے۔ جب سر گودھا کے کیس میں ہریت فال اٹھائی تو ”ڈیپنس آف پاکستان روڈز“ لگادیئے جن دو مقدمات میں 25 سال کی سزا تھی۔ ہم ابھی صفائت قبل از گرفتاری کے لیے ہائیکورٹ کا دروازہ ہٹکھٹا ہی رہے تھے کہ مارشل لاء گیا۔ ”ڈی پی آر“ کا کیس ختم ہو گیا اور جزل ضیاء الحق آگئے۔ جزل ضیاء الحق نے نہ صرف اشتہارات بند کیے۔ نیوز پرنٹ کا کوشہ بند کیا۔ ٹی وی ریڈیو پر میرے لیے چھٹنیاں چڑھا دیں پبلک مشاعرے تک بند کر دیئے۔ ”جماعت احمدیہ“ کو دائرہ اسلام سے خارج کرنے کے بعد اہل صحافت نے یہ کرم فرمائی کی کہ ”لاہور“ کو قادر یا نیٰ ہفت روزہ لکھنا شروع کیا۔ حالانکہ میں قادیانی کا رہنے والا نہیں اور نہ ”لاہور“ جماعت ہی کا پرچہ ہے۔ نواز شریف صاحب سے پانچ کریمنل کیس بنوائے۔ جب ”ان کیس“ میں بریت ہی ہوئی تو نواز شریف صاحب نے ڈیکھریشن کی منسوخی کا آڑو رڈپی کمشنر صاحب کو بھیج دیا جو سائز ہے چار سال تک چلتا رہا۔ حتیٰ کہ جزل ضیاء اپنے تیس جنیلوں سمیت ”عذاب الناز“ کی نذر ہو گئے۔ اور ہماری جان چھوٹ گئی۔

کرے اور انہیں اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔ جو وقت پر کام آئے وہی اصل دوست ہوتا ہے۔ (تجربات جو ہیں امانت حیات کی)

خاتم الانبیاء

(ثاقب زیرودی)

ٹو جبیب ربِ کریم ہے ٹو عجیب ذریتم ہے
تیرے وصف کیسے بیان کروں ٹو جہاں میں سب سے عظیم ہے
ٹو وجود حق کی دلیل ہے ٹو دعائے قلبِ خلیل ہے
تیری ذاتِ خاتم انبیاء تیرا نور سب سے قدیم ہے
ٹو جمال حق کا ہے آئینہ ٹو حرمیم راز کا آشنا
ٹو کلی کلی کی ہے آرزو ٹو چمن چمن کی نیم ہے
بری شاعری کا ظہور ٹو میرے علم و فن کا شعور ٹو
تیری آرزو بری زندگی ٹو ہی میری عقلِ سلیم ہے
ٹونے بے کسوں کو دوائیں دیں ٹونے دشمنوں کو دعا نہیں دیں
ٹو کرم کا ایک صحابہ ہے۔ تیرا خلقِ عظیم ہے
تیری بات بات ہے معتبر تیرا ہاتھِ بعضِ حیات پر
ٹو ہر ایک جان کا طبیب ہے ٹو ہر ایک دل کا حکیم ہے
ٹونظر سے کتنا ہی دُور ہو میرے قلب سے ہے قریب تر
تیرا ذکرِ مرہم قلب و جان تیری یاد بونے شیم ہے
نبیں فکرِ ثاقب بے نوا جو کہے زمانہ برا بھلا
ٹو اُسی کا ہے ٹو اُسی کا تھا وہ جو رحمتوں کا قسم ہے

(تجربات جو ہیں امانت حیات کی)



لفظ اللہ صرف مسلمان

استعمال کر سکتے ہیں

ملاکیشیا کی حکومت نے اس عدالتی فیصلے کے خلاف اپیل دائر کر دی ہے، جس میں اس مسلم اکثریتی ملک میں مسیحیوں پر خدا کے لیے لفظ اللہ کے استعمال پر کوئی دہائیوں سے

عائد پابندی ختم کر دی گئی تھی۔ پیر کے روز کو الاپور حکومت نے اس عدالتی فیصلے کے خلاف اپیل میں اس پابندی کو قائم رکھنے کی استدعا کی۔

ملاکیشیا میں لفظ اللہ پر مختلف مذاہب کے درمیان ایک طویل مدت سے جھگڑا چل رہا ہے۔ مسیحیوں کو شکایت ہے کہ خدا کے لیے لفظ اللہ کے استعمال کی ممانعت ملک میں بڑھتی ہوئی مسلم قدامت پسندی کی آئینہ دار ہے۔ تاہم مسلمانوں کا الزام ہے کہ لفظ اللہ کا استعمال کر کے مسیحی حدود سے تجاوز کر رہے ہیں۔ اس معاملے پر ملاکیشیا میں متعدد مرتبہ پر تشدد و اقدامات بھی رونما ہو چکے ہیں جب کہ اسی موضوع کی بنیار مسلم اور مسیحی برادریوں کے درمیان ایک مستقل کشیدگی بھی پائی جاتی ہے۔ گزشتہ بہتے کوالاپور ہائی کورٹ نے فیصلہ نایا تھا کہ مسیحی شہری لفظ اللہ اپنے شائع کیے جانے والے مواد میں استعمال کر سکتے ہیں۔ اس فیصلے میں سن 1986 میں غیر مسلموں کی طرف سے لفظ اللہ کے استعمال پر عائد پابندی بھی کا عدم قرار دے دی گئی تھی۔ ایک نج نے اپنی رولنگ میں کہا کہ ملاکیشیا کا دستور مذہبی آزادی کی ممانعت دیتا ہے۔ تاہم حکومت کی جانب سے اس عدالتی فیصلے کو چیلنج کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ وہ اس فیصلے سے مطمئن نہیں ہے۔

ملاکیشیا کے حکام کا کہنا ہے کہ غیر مسلموں کی جانب سے لفظ اللہ کا استعمال بہم صورت حال پیدا کرتا ہے، جو مسلمانوں کو دیگر مذاہب میں شامل کرنے کے لیے استعمال کی جاسکتی ہے۔ تیرہ برس قبل یہ مقدمہ اس وقت عدالت کے سامنے آیا تھا، جب کوالاپور کے ہوائی اڈے پر ایک مسیحی خاتون کے پاس سے مالے زبان میں شائع شدہ ایسا مذہبی مواد ملا تھا، جس میں لفظ اللہ کا استعمال بھی شامل تھا۔

اس واقعے کے بعد ملاکیشیا میں ایک مقامی مذہبی گروپ کے رکن جل آرٹیلینڈ لاکرنس بل نے اس پابندی کے خلاف عدالت سے رجوع کیا تھا۔ یہ بات اہم ہے کہ ملاکیشیا میں حالیہ کچھ عرصے میں مذہبی تصادم کا کوئی بڑا واقعہ سامنے نہیں آیا، تاہم مسلمانوں اور مسیحیوں کے درمیان کشیدگی موجود ہے۔ سن 2014 میں ایک چرچ سے ایسی باہل کی کاپیاں برآمد کی گئی تھیں، جن میں خدا کے لیے لفظ اللہ تحریر تھا، اس کے بعد اس چرچ پر پڑول بم پھیلے جانے کا واقعہ سامنے آیا تھا۔ ملاکیشیا کی 32 ملین کی آبادی میں مسیحی شہریوں کی تعداد 10 فیصد سے بھی کم ہے اور یہ سب نسلی طور پر یا تو چینی ہیں، یا ہندوستانی یا پھر قدیمی مقامی باشندے۔ ملاکیشیا میں مسلم آبادی کا تناسب 60 فیصد ہے، جس میں واضح اکثریت مالے نسل کے مسلمانوں کی ہے۔



پاکستان میں شراب بنانے والی چینی کمپنی کا کارخانہ

ذرائع نے بھی اس بات کی تصدیق کرتے ہوئے بتایا کہ ابتدائی طور پر اس کا رخانے سے بیڑ کی پیداوار ہو رہی ہے تاہم بی بی سی کو بتایا گیا کہ اس فیکٹری میں شراب بنانے کی مشینی بھی لگ رہی ہے۔

کمپنی کی انتظامیہ چینی باشدوں پر مشتمل ہے

چینی کارکنوں کی تعداد سے متعلق پوچھے جانے والے سوال پر محمد زمان نے بتایا کہ کارخانے کی انتظامیہ چینی افراد پر مشتمل ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ کمپنی نے حکومت بلوچستان کے ساتھ کمپنی کی تعداد سے وہ کارخانے میں تین سے چار سو لوگ بلوچستان سے رکھے گی۔ تاہم حب میں ڈان نیوز کے نمائندے اسما علیل ساسولی نے بتایا کہ اب تک کمپنی میں جو چینی افراد آئے ہیں ان کی تعداد 20 کے لگ بھگ ہے جبکہ اس میں کام

کرنے والے پاکستانی کارکنوں کی تعداد 140 ہے۔

کیا چینی کمپنی اپنی پراوڈکٹ برآمد بھی کرے گی؟

ڈائریکٹر جزل ایکسائز اینڈ ٹیکسیسیشن محمد زمان نے بتایا کہ فی الحال اس کی پیداوار پاکستان کے لیے ہوگی۔ ان کا کہنا تھا کہ بنیادی طور پر یہ کارخانہ صرف چینی شہریوں کی بیڑ کی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے بنایا گیا ہے تاہم اگر کہیں وفاقی حکومت نے اس کارخانے میں بننے والی بیڑ کو بیرون ملک برآمد کرنے کی اجازت دی تو اس کی مصنوعات کو چینی یا دیگر ممالک میں برآمد بھی کیا جاسکے گا۔ ایس ای سی پی میں ہوئی اقلیتوں کی مدد و آبادی کے لیے ایک کارخانے کی موجودگی میں دوسرے کارخانے کے قیام کی ضرورت سے متعلق سوال پر صوبائی ڈائریکٹر جزل ایکسائز اینڈ ٹیکسیسیشن

اس سوال پر ایس ای سی پی کے ترجیح ساجد گوندل کا کہنا تھا کہ یہ مینڈیٹ ان کے ادارے کا نہیں۔ ان کا کہنا تھا جب کسی ادارے کی جانب سے کمپنی کو لائنس جاری کیا جاتا ہے تو سیکورٹی ایچینچ کمیشن آف پاکستان کا کام اس کو جائز کرنا ہوتا ہے۔ انھوں نے بتایا کہ جس طرح پتواری کا کام اراضی کا ریکارڈ رکھنا ہوتا ہے خواہ کوئی اس اراضی پر مسجد بنانے یا مندر، اسی طرح ایس ای سی پی کا کام ان کمپنیوں کا ریکارڈ رکھنا ہوتا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ ان کا ادارہ اس چیز کی نگرانی نہیں کرتا کہ کوئی کمپنی حلال چیز بنانا رہی ہے اور کوئی کمپنی حرام۔ (بٹکر یہ بی بی سی)



صوبہ بلوچستان کے کراچی سے متصل صنعتی علاقے حب میں چینی کمپنی کی جانب سے قائم کردہ شراب بنانے والا کارخانہ نہ صرف مکمل ہو گیا ہے بلکہ یہ فعال بھی ہے۔ محکمہ ایکسائز اینڈ ٹیکسیسیشن کے حکام کا دعویٰ ہے کہ پاک چین اقتصادی راہداری یعنی سی پیک کے منصوبوں کے باعث چینی شہریوں کی بڑی تعداد میں پاکستان آمد کی وجہ سے یہ کارخانہ ان کی شراب کی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے قائم کیا گیا ہے تاہم ابھی یہ بیرون ملک شراب برآمد نہیں کرے گا۔ حکام کے مطابق اس کارخانے سے وفاقی حکومت اور بلوچستان دونوں کو ٹکس کی مد میں آمدی ہوگی جبکہ مقامی لوگوں کو روزگار بھی ملے گا۔ ہوئی کوشل بریوری اینڈ ڈسٹلری لمینڈ کے نام سے سیکورٹی ایچینچ کمیشن آف پاکستان (ایس ای سی پی) میں اپریل 2020ء میں جائز ہونے والی کمپنی کی جانب سے حب میں قائم کیا جانے والا یہ اپنی نوعیت کا دوسرا کارخانہ ہے۔

حب میں پہلے سے ایک کارخانے کی موجودگی میں نئے کارخانے کی کیا ضرورت تھی؟

صوبے میں نہ صرف شراب بڑی مقدار میں بیرون ملک سے سمجھل ہو کر آتی ہے بلکہ حب ہی کے علاقے میں کوئی ڈسٹلری لمینڈ (کیوڈی ایل) کے نام سے شراب کا ایک اور کارخانہ بھی قائم ہے۔ خیال رہے کہ کیوڈی ایل کا شراب بنانے والا کارخانہ پہلے کوئی میں تھا جسے چند سال قبل حب منتقل کیا گیا۔ حکام کا کہنا ہے کہ بلوچستان میں شراب کے استعمال اور کاروبار کا لائنس صرف اقلیتوں کو جاری کیا جاتا ہے۔ پہلے ہی اقلیتوں کی مدد و آبادی کے لیے ایک کارخانے کی موجودگی میں دوسرے کارخانے کے قیام کی ضرورت سے متعلق سوال پر صوبائی ڈائریکٹر جزل ایکسائز اینڈ ٹیکسیسیشن

سازہ تھ محمد زمان کا کہنا تھا کہ شراب بنانے والے اس کارخانے کا مقصد چینی شہریوں کے لیے ان کے معیار اور تقاضوں کے مطابق شراب بنانا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ چونکہ سی پیک کے مختلف منصوبوں میں کام کے لیے 25 سے 30 ہزار چینی شہری آرہے تھے جس کے باعث وفاقی حکومت نے بلوچستان حکومت سے چینی کمپنی کو لائنس جاری کرنے کے لیے کہا تھا۔ محمد زمان نے بتایا کہ یہ شراب بنانے کا کارخانہ صرف بیڑ بنائے گا۔ ان کا کہنا تھا کہ یہ چینی کمپنی کا 2018ء کا منصوبہ تھا اور اس میں تین ارب روپے کی براہ راست سرمایہ کاری کی گئی ہے۔ انھوں نے بتایا کہ اس سے بلوچستان کے علاوہ وفاقی حکومت کو بھی ٹیکسوس کی مد میں بڑی آمدی آئے گی۔ دیگر

اسٹیٹ کی گم شدہ ریٹ

تحریر: جمیل احمد بٹ



شراط پر اس گروپ سے معابدہ کیا گیا۔ اس سے ملنے والی طاقت نے اسے انتہائی خود سرکردیا اور نوبت آج کے دن کو پہنچی۔ اس گروپ کی سرگرمیوں کا ایک رخ احمد یوں اور ان کی بیوت پر حملہ رہا ہے۔ ان غیر قانونی حرکات سے صرف نظر کر کے حکومتیں در پرداہ ان سرگرمیوں کی حامی رہی ہیں۔ حکومتی ایماء پر قانون نافذ کرنے والے ادارے بھی اکثر خاموش تماشائی بننے رہے ہیں اور بجائے شرپندوں کو روکنے کے خود مظلوموں کو گرفتار، ان کے گھروں اور عبادت گاہوں کو سیل کرتے رہے ہیں۔ میڈیا بھی ان غیر

قانونی سرگرمیوں کو بالا رادہ چھپا کر در پرداہ اس گروپ کی حمایت کرتا رہا ہے۔ ایک حق گوئی وی ٹاک شو کو چھوڑ کر شاذ ہی اس ظلم کو موضوع بنایا گیا ہے کہ کس طرح ایک قانون پسند ہی جماعت کے افراد کو نشانہ بنایا گیا۔ ان کے افراد کو قتل کیا گیا۔ ان کے گھروں کو جایا گیا اور ان کی عبادت گاہوں میں توڑ پھوڑ کی گئی اور ان پر لکھ اللہ اور رسول ﷺ کے ناموں کی بے حرمتی کی گئی۔ اور وہ عوام بھی جن کی آنکھوں کے سامنے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بے حرمتی ہوئی لیکن اپنی مرضی سے لاعلم رہ کر وہ جاہلوں کی بات پر کان دھرے رہے اور اس سحر میں گرفتار ہے کہ گویا یہ اللہ اور رسول ﷺ ان کے نہیں ہیں۔

پرانی ڈگر

پاکستان میں گروہوں کی مذہب کو استعمال کر کے سیاست کرنے کی ایک پرانی تاریخ ہے۔ ساتھ ہی ارباب اقتدار کی ان گروہوں کو بنانے، ان کی سرپرستی کرنے اور انہیں

اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرنے کا سلسلہ بھی پہلو بہ پہلو چل رہا ہے۔ ملکی آبادی کی بھاری اکثریت کا غربت کی سطح سے نیچے ہونا اور بالکل جاہل ہونا وہ خام مال ہے جو اس کاروبار کے لئے واپر طور پر دستیاب ہے۔ وقت مفاد کے لئے بنائے گئے یہ گروہ گزرتے وقت کے ساتھ طاقتور ہو کر سرکشی پر اتر آتے اور قابو سے نکل جاتے ہیں۔ اور پھر بالآخر ان کا بزرور قع کرنا پڑتا ہے۔ ایسا بار بار ہوا ہے۔ ٹی ایل پی پہلوں سے مختلف نہ تھی۔ اس کا قیام اور بذریعہ پھیلاو نیانہ تھا۔ پھر اس کا اپنا طریق واردات بھی اس عرصہ میں یکساں رہا۔ اس کے لاقانونیت کے مظاہرے پہلے بھی تھے۔ اس کے ہاتھوں شہریوں کی مشکلات میں متلا ہونا پہلے بھی تھا۔ اس سے جھڑپوں میں قانون نافذ کرنے والے اہل کار پہلے بھی زخمی ہوتے تھے۔ ٹی ایل پی نے کچھ نیانہیں کیا تو پھر اچانک کیا ہوا کہ بات اس پر پابندی تک آن پہنچی؟ اور ایسا کیا ہوا کہ اس کا انجام اتنی جلد آ گیا؟

امکانات

مکان و جوہات میں سے تین یہ ہو سکتی ہیں:

مفاد پرستی: ٹی ایل پی ایکشن کمیشن میں ایک سیاسی پارٹی کے طور پر جسٹری ہے اور

مذہب کے نام پر ایک سیاسی گروپ کے ہاتھوں تین چار دن جس طرح پورا ملک یہ غمال بنارہ۔ عوام مسائل کا شکار رہے۔ قانون نافذ کرنے والے ادارے روک تھام کے بجائے خود ان کے ہاتھوں تنخیہ مشتمل ہے اور قابل ترس حالت کو پہنچے۔ ملک میں امن و امان کے قیام کے ذمہ دار وزیر، دیگر حکومتی ترجمان اور خود سربراہ حکومت منہ چھپائے پھرے۔ یہ سب ملک پر حکومتی رٹ کی کھلی فیضی ہے۔ اور جائے عبرت۔

واقعات کی ڈور

کیم اگست ۲۰۱۵ء کو آغاز کے بعد سے اس گروہ نے بذریعہ اپنی طاقت میں اضافہ کیا۔ اکتوبر ۲۰۱۷ء میں لیکشن ایکٹ میں عمال حکومت کے حلف نامہ میں ایک معمولی روبدل کو ختم نبوت پر حملہ کہہ کر فساد برپا کیا گیا۔ نومبر دسمبر ۲۰۱۸ء میں فیض آباد میں ۲۰ دھرنا دیا گیا۔ اور اوپنڈی اور اسلام آباد کے لکھوا شہریوں کی زندگیاں اجیرن کر کے انہیں عذاب میں مبتلا رکھا گیا۔ پھر ۲۰۱۸ء میں مذہبی عدم رواداری اور تعصباً کی شکار ایک میگی خاتون کا سالوں بیل کائنے کے بعد عدالت سے رہائی کے حکم پر پڑ تشدید مظاہروں کا سلسلہ برپا کیا گیا۔ اسی سال اس گروپ نے ایکشن میں بھی حصہ لیا اور کافی ووٹ حاصل کئے گوں کی نمائندگی صرف سندھ اسمبلی میں ہو سکی۔ اور پھر ۲۰۲۰ء میں فرانس کا وہ واقعہ ہوا جس پر ایک بار پھر برا جلوں نکلا گیا اور اسے فیض آباد میں ایک دھرنے میں بدلا گیا۔

حدرو دددگار: ان مددگار نادیدہ طاقتون کے علاوہ جو اپنے مقاصد کی خاطر اس گروہ کو معرض وجود میں لا سکیں، اسے میڈیا، سیاست دانوں اور حکومتوں کی مدد بھی حاصل رہی۔ سو شل میڈیا پر اس کی سرگرمیوں کی مسلسل تشبیہ سے اس کی مقبولیت عام ہوئی۔ اور میڈیا اس کی قابل گرفت سرگرمیوں سے صرف نظر کر کے بالواسطہ مدد دیتا رہا۔ آج کی حکومت کے سربراہ اور وزیر داخلہ ۲۰۱۷ء کے دھرنے میں وقت مفاد کے خاطر اعلانیہ فسادیوں کے ساتھ تھے۔ پھر گزشتہ حکومت نے اس دھرنے کو ختم کرنے کے لئے جس طرح جھک کر اس گروہ کی شراط پر معابدہ کیا اس نے اس کو ایک نئی طاقت دی۔ اسی دھرنے کے اختتام پر باور دی صاحبان اقتدار کا ان قانون شکنوں کو سرپرستانہ طور پر تھکی دینا، برسر عالم انعامی افافے تقسیم کرنا اور فریق بن کر معابدہ کروانے نے بھی اس گروپ کے اعتماد کو بڑھایا۔

پھر موجودہ حکومت نے پہلے دباؤ میں آکر نومبر ۲۰۱۸ء میں اس گروہ سے معابدہ کر کے، باوجود عدالت کے بے گناہ قرار دینے کے فیصلہ کے، آسیے بی بی کے بیرون ملک جانے پر پابندی لگائی۔ تاہم جس طرح ۲۰۲۰ء کو گھنٹے یک کرنا قابل عمل

پھر حکومت کے ہاتھوں ٹی ایل پی پر چارج شیٹ اور پابندی۔ اس گرفت میں سب شامل ہیں۔ یہ مذہبی جماعت اور اس کے بے لگام اراکین تو نمایاں ہیں۔ قانون نافذ کرنے والے اہلکاروں میں سے بعض کا ان کے ہاتھوں تشدد کا نشانہ اور یرغمال بننا، بعض کا جان سے جانا، کئی سوکا خی ہونا بھی ایک سزا تھی جو انہیں ان کے ہاتھوں پہنچی جن کی غیر قانونی سرگرمیوں کی یہ نگرانی کرتے تھے۔ پھر اس حکومت کو بھی سزا ملی جس کی اس گروہ سے ہمدردیاں پچھی ہوئی نہیں ہیں۔ اور جو در پر دہ مسلسل اس کو شدید آئی ہے۔ اب اسے اچانک اس حمایت سے ہاتھ اٹھا کر اپنی ساکھی کی قربانی دینی پڑی۔ اور وہ بھی جگ ہنسائی اور چاروں منظرنامہ سے فرار رہنے کے بعد۔ اور اس کے ایک وزیر کو ٹی ایل پی کی حمایت میں اپنے گزشتہ پبلک بیانات کے اور ہمیشہ سے مذہبی کارڈ کا کھلاڑی ہونے کے باوجود اس حمایت سے دشکش ہونا پڑا۔ گوچخاب حکومت اور کامبینی کی آڑ میں چھپنے کی کوشش تو بہت کی لیکن ان کا دہرا معیار سب نے دیکھ لیا۔ اور سب سے بڑھ کر جس کی رٹ کھلے بندوں پامال ہوئی۔

اور پھر عوام نے بھی ذلت دیکھی۔ تکفیں اٹھائیں۔ اپنے بیاروں کو اسپتال کے لئے لے کر نکلے اور قبرستان جا پہنچ۔ دیہاڑی داروں نے بے روزگاری کی سزا بھگتی۔ اور سب بار بار دنوں اور ہفتتوں خوف و حزن کے سیاہ سایوں میں گھروں میں مقید رہائی کی خبر کی آس لگائے بیٹھے رہے۔ ان عوام الناس میں سے بہت سے وہ ہیں جو احمدیوں کے ساتھ رہتے رہے، ان کے گھروں میں آئے گئے۔ دفتروں، کاروباروں اور تجارتیوں میں ان سے معاملے کئے اور دیکھا کہ کس طرح احمدی آں حضرت ﷺ سے محبت کرتے ہیں۔ بات بات پر ان کی زبانیں ان کا نام لیتی ہیں ان کی فرمائی ہوئی باتیں دہراتی ہیں۔ ان کے گھروں میں کلام اللہ طاقوں میں سجا اور الماریوں میں بند نہیں رہتا بلکہ گھر کے سب بڑے چھوٹے ہر روز اس کی تلاوت کرتے ہیں۔ اور اس پر عمل کے لئے کوشش رہتے ہیں۔ اس سب کے باوجود جب مذہبی کاروباریوں کی زبانی وہ کسی احمدی پر توہین رسول ﷺ یا توہین قرآن کا الزام سنتے ہیں تو مجھے آگے بڑھ کر گواہی دینے کے کہ ایسا نہیں ہو سکتا اور یہ الزام سراسر جھوٹ ہے۔ وہ اس جھوٹ کی ہاں میں ہاں ملانے لگتے ہیں یا چپ رہ کر اس جھوٹ کے تیجیں ہونے والے ظلم اور زیادتی کو خاموشی سے دیکھتے رہتے ہیں۔ اپنی بزدی اور کم ہمتی کے باعث باوجود اکثریت ہونے کے یہ عوام دین کا کاروبار کرنے والی تھوڑی سے جمیعت کے ہاتھوں یرغمال ہے۔ کس پر سی کی موجودہ زندگی ان پر اسی کی سزا میں عذاب۔ الٰہی کے طور پر نازل ہے۔ یہ عذاب انہیں اس وقت تک بھگتا ہے جب تک کہ وہ حق کی خاطر آواز نہیں بلند کرتے۔

پابندی کوئی حل نہیں: یوں تو ملک میں ۸۷ دہشت گرد نظیمیں اس سے پہلے کا عدم کی جا چکی ہیں۔ لیکن پابندی لگائی جانے والی سیاسی جماعتوں میں سے یہ تیری جماعت ہے۔ جماعت اسلامی، نیشنل عوامی پارٹی اور یہ تحریک لبیک پاکستان۔ پہلی جماعت پر پابندی کا حکم سپریم کورٹ نے ختم کر دیا تھا۔ جب کہ دوسرا پر قائم رہا۔ لیکن

۲۰۱۸ء کے ایکشن میں اس نے قریباً میں لاکھ ووٹ حاصل کئے اور سندھ اسپلی میں نمازیدگی بھی۔ اس کے بعد جس طرح وہ مذہبی کارڈ بھیتی رہی ہے اس سے اس کی عمومی مقبولیت میں اور بھی اضافہ ہوا ہے۔ جیسا کہ باقی تحریک کے جنازے میں بڑی حاضری سے ظاہر ہے۔ اس کا یہ بڑھتا ہوا ووٹ بینک باقی سیاسی پارٹیوں کے لئے خطرے کی گھنٹی ہے۔ اور اس کی طاقت توڑنا سب کے مفاد میں ہے۔ بطور خاص موجودہ حکومت کے۔ ایک اور مخالف بڑی سیاسی جماعت، جس کا ووٹ بینک گزشتہ ایکشن میں اس کے ہاتھوں متاثر ہوا تھا، کے اراکین کا موجودہ ہنگامے میں شمولیت اور معاویت نے بھی حکومت سے مخاذ آرائی میں اسے پیچھے نہ ملنے دیا اور یوں اسے اس انجام کو پہنچانے میں اپنا حصہ ڈالا۔

پس پر دہ بازی گر: ہمارے خطہ میں بہت سے نظر آنے والے سیاسی مہدوں کی ڈور تھامے، ان کے پس پر دہ بازی گروں کا ہونا کوئی نئی بات نہیں۔ اس وقت ویے بھی کئی مجاز کھلے ہوئے ہیں۔ امریکہ کا بھارت کی مدد سے، سپیک کے راستے چین کے بڑھتے ہوئے اشکروں کے لئے کوشش ہونا کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ ٹی ایل پی کی بڑھتی ہوئی طاقت کسی بھی پلڑے کا وزن بڑھ سکتی ہے۔ گواں کا دیگر مذہبی جماعتوں کی طرح بھارت کی طرف جھکا ڈو واضح ہے۔ ایسے میں دوسرے فریق کا یہ چاہنا فطری ہے کہ حکومت کی مدد سے اس کی طاقت کو توڑا جائے۔

سب تدبیروں سے بڑھ کر تدبیر کرنے والا: جولائی ۲۰۲۰ء سے ملک میں بے گناہ احمدیوں کے خلاف ظلم و بربریت کی ایک نئی مہم جاری ہے۔ پیغمبر کا لونی گجرانوالہ میں احمدیوں کے پانچ گھر جلائے گئے جہاں ایک خاتون اور دو بیجوں کی شہادت ہوئی۔ پھر پشاور میں یکے بعد دیگرے معراج احمد صاحب، پر فیر نعیم الدین خلک صاحب، ۸۲ سالہ محبوب احمد خان صاحب اور فروری ۲۰۲۱ء میں ڈاکٹر عبد القادر صاحب شہید کئے گئے۔ نومبر ۲۰۲۰ء میں نکانہ میں ۳۱ سالہ ڈاکٹر طاہر محمود صاحب کی شہادت ہوئی۔ اور پھر اس سال ۲۰۲۱ء میں پہلے گرمولہ ورکاں، گجرانوالہ اور پھر مظفر گڑھ میں احمدیہ یہوت الذکر پر حملے اور ان پر لکھے اللہ اور رسول ﷺ کے ناموں کی بے حرمتی کی گئی۔ ان واقعات کی بعض ویڈیویز میں لبیک کے نعرہ زن کا رکن نمایاں ہیں۔ احمدی اس ظلم، عبادت گاہوں کی توڑ پھوڑ اور اللہ رسول ﷺ کے ناموں کی بے حرمتی پر ایک مقبول بندہ کے ہر جمعہ کو دعا کی تحریک پر دکھے لوں کے ساتھ اپنے رب کے حضور جھکے اور اس سے مدد کے طالب رہے۔ اللہ پر زندہ ایمان اور اس کے آگے بھکے ہوئے دعا گوا فردا کا اپنی دعاوں کا شرف قبولیت پاتے دیکھنا کوئی نیا تجربہ نہیں ہے۔

سب سزاوار

اس بے حرمتی میں فریق ٹی ایل پی، پولیس اور حکومت سب کو سزا ملی۔ ٹی ایل پی کے ہاتھوں پولیس پر تشدید اور بلا کتیں، حکومت اور عمال حکومت کی رسوائی اور جگ ہنسائی اور

ضروری اعلان

ادارہ کے مالی حالات کے پیش نظر اور اس کو جاری رکھنے اور مزید بہتر ترقی دینے کی خاطر ”مہنامہ لاہور انٹرنیشنل“ اور خواتین ڈائجسٹ ”آئینے“ لاہور رسالہ ہر وزبانوں اردو اور انگریزی میں انداز سے شائع ہوتے ہیں۔ ان تینوں رسالوں کو ادارہ اپنی ذاتی مالی حیثیت کے مطابق کی رسالوں سے جاری رکھے ہوئے ہے۔ دنیا کے تمام قاریمیں کے لئے یہ ایک معیاری اور پسندیدہ رسالے ہے۔ ان کا خاص مقصد معاشرہ کی بہتر اصلاح، سچی کھری صحافت اور اسلام کی ترقی کے لئے یہ ایک تبلیغی کوشش ہے۔ یاد رہے ایسے اخبارات و رسائل کو جاری رکھنے کے لئے ایک بڑا ادارہ یا بُرنس میں یا اشتہارات کی ضرورت ہوتی ہے جو تمیں میرنہیں۔

آپ تمام سے عاجز نہ درخواست ہے کہ اس کی مالانہ مالی مد فرمائ کر اس کا رخیر میں اپنا حصہ ڈالنے۔ آپکی یہ معمولی رقم ہماری ہمت افزائی اور ترقی کا باعث ہوگی۔ آپ اپنی رقم درج ذیل بنک میں جمع کرو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔

Bank Name:
Lloyds Bank PLC

Account Name:
Lahore International LTD

Account No:
42534160

Sort Code:
30-96-26

IBAN: GB89Loyd
3096242534160



لاہور انٹرنیشنل بین الاقوامی ترجمان ہے۔
ملک کی سیاسی، سماجی، مذہبی، ادبی، معاشرتی اور ثقافتی صورت حال کا تجزیہ، تعلیم و تدریس و تربیت سے متعلق اہم مضامین کا آئینہ دار ہے۔

سب جانتے ہیں کہ پابندی کوئی دیر پا حل نہیں۔ حل وہی نتیجہ خیز ہو گا جس سے ان کے پیدا کردہ مسائل حل ہوں گے یعنی معاشرے سے عدم برداشت، دوسروں پر اپنی رائے کا ٹھونسن، قانون شکنی اور قانون کو اپنے ہاتھ میں لینا، مخالف رائے رکھنے پر کفر اور قتل کے فتوے جاری کرنا اور ہر چھوٹی بڑی بات پر تشدد کی راہ اپنانا جیسی سماجی برائیوں کا خاتمه۔ خلاصتاً مسئلے دو ہیں۔

مذہب کا سیاسی استعمال: پہلا مسئلہ مذہبی سیاست ہے۔ ہے۔ کئی سیاسی جماعتیں مذہب کا کارڈ اقتدار میں آنے کے لئے استعمال کرتی ہیں۔ ایکشن کمیشن آف پاکستان میں رجسٹرڈ ۱۲ ایسی جماعتوں میں ایل پی سمیت بہتیری مذہبی جماعتیں ہیں۔ جن کا مقصد مذہب کی سیزھی سے اقتدار کے آنکن میں اترتا ہے۔ اس غرض سے عوام کے مذہبی جذبات سے کھیل کر ملک میں دنگا فساد ان کا طریق ہے۔ اس مسئلہ کا سادہ ساحل ملک میں غیر مذہبی سیاسی نظام کا قیام ہے۔ اگر حکومت مذہب سے لتعلق ہو جائے تو سیاسی جماعتوں کے پاس مذہب کا میدان نہ رہے گا اور پھر وہ مجبور ہوں گی کہ عوامی مسائل پر سیاست کریں۔ پس اصل حل ریاست اور مذہب کا الگ الگ کیا جانا ہے۔ اور ایسی قانون سازی کرنے کی ضرورت ہے کہ مذہب کو سیاست کے لئے استعمال کرنے کی ممانعت ہو۔ مذہبی ناموں کے ساتھ سیاسی جماعتوں کے ایکشن کمیشن میں رجسٹریشن منسوخ کی جائیں۔ اور ان کی سیاسی جماعتوں کے طور پر کام کرنے کی ممانعت ہو۔ مولویوں مفتیوں اور حفاظ کا میدان عمل مذہب ہو اور ان کے سیاسی جماعتوں کے عہدیدار ہونے پر پابندی ہو۔ اور قوم کو سیاست صرف سیاست کے ساتھ کا نعروہ دیا جائے۔

مذہبی اجارہ داری: دوسرا مسئلہ بعض مذہبی جماعتوں کے مذہب پر اجارہ داری کے دعویٰ ہیں۔ کئی معاملات کے خود ساختہ محافظ بن کر کئی انجمنیں قائم ہیں اور خوب کھا کما رہی ہیں۔ ان کا طریق کا رجسٹریشن کا عقدہ رکھنے والوں کے خلاف نفرت کا پر چار کرنا، ان کے قبل احترام بڑوں کے خلاف گالی گلوچ کرنا اور نفرت انگیز تقریریں کرنا اور شریخ پر چھاپنا، لوگوں کو ان کے بائیکاٹ پر اکسانا اور ان کے کفر اور قتل کے فتوے دینا ہے۔ اس مسئلہ کا حل قانون کی عمل داری اور عدالتوں کا انصاف فراہم کرنا ہے۔ فی الوقت کیونکہ ریاست اور مذہب لگڑ مذہبیں اس لئے قانون کے نفاذ میں سیاسی مصلحتیں آڑے آجائی ہیں۔ اور انصاف کی راہ میں بھی کئی روڑے ہیں۔ اس لئے حکومت اور مذہب کے الگ الگ ہونے سے یہ مسئلہ بھی حل ہو جائے گا۔

حرف آخر: تحریک لبیک پر پابندی ایک وقتوں بات ہے۔ سیاست کی بازی گری اس سے نکلنے کی راہ تلاش کر لے گی۔ یا پھر اسی قسم کے کسی اور جن کو بوئی سے نکال لیا جائے گا۔ اور یہی تاریخ پھر دہرائی جائے گی۔ اس لئے حالات کا بدلا خود عوام الناس کے ہاتھ میں ہے۔ قرآن مجید کو نظر انداز کرنے والوں کو اندھے، بہرے اور گونے کہتا ہے۔ اس لئے بہتری کی راہ خود دیکھنے، خود سننے اور پھر جو بننے میں ہے۔



اندرا اور باہر پاکستانیوں کی صلاحیتوں کو استعمال کرنا چاہئے، آج ہمارے پاس قلعے کے اندر کے پاکستانیوں کی تعلیم اور جدید صلاحیتیں ہیں اور قلعے کے باہر کے پاکستانیوں کی تعداد ہے۔ ایک طرف جدید شعبوں کو فروغ دینا ہوگا اور دوسری طرف کم ہنزیریابے ہے پاکستانیوں کے لئے تیز ترقیاتی پھیلاؤ یا انڈسٹریلائزیشن کو عمل میں لانا ہوگا یہاں وہ صنعتیں ہمارے کام کی ہیں جن کو چین نے تیس برس پہلے یہ سفر شروع کرتے وقت بے پناہ فروغ دیا تھا اور اب اس کی معیشت ان شعبوں سے ترقی کر کے آگے جا رہی ہے

مثال کے طور پر کھلونے، ایکٹرونک مصنوعات کی اسٹبلنگ، ملبوسات کی سلامتی، زراعت پر بنی صنعتیں، زراعت اور تعمیرات میں استعمال ہونے والی مشینی وغیرہ۔

”دوپاکستان“ میں 2047 کے لئے وضع کے گئے اہداف حاصل کرنے کی خاطر 2020 سے 2030 تک کی یہ دہائی سب سے اہم ہے۔ 2030 تک ہر پاکستانی 2030 کے لئے معاشری اسکول اور مناسب اساتذہ کا انتظام ضروری ہے۔ اس کے ساتھ بچے کے لئے انفرارکٹری اسکول اور مناسب اساتذہ کا انتظام ضروری ہے۔ اس کے ساتھ ہی 2030 تک مسکن مالی بنیاد والا نظام تحفظ صحت قائم کرنا ہے۔ 2030 تک بھوک اور جرمی مشقت کا خاتمہ بھی ہم پر لازم ہے۔ مغل دور میں غربیوں کی سرکاری امداد کے لئے تلاadol کی رسم تھی، لیکن یہ طریقے حکمرانوں کے لئے غربیوں کی دعائیں حاصل کرنے سے تعلق رکھتے تھے، ہر گھرانے تک خوشحالی حاصل کرنے سے نہیں۔ ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ آج پاکستان میں غربت ہم سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔ ہر گھرانے کی غربت کی سطح کے بارے میں اعداد و شمار بھی موجود ہیں اور ہر گھرانے تک سوچنے کے اضافی دولت سے پاکستان کی کیا صورت ہو سکتی ہے لیکن اس روشن مستقبل کی راہ میں کئی رکاوٹیں ہیں اور یہی خوشحالی کے قلعے کی فصیلیں ہیں۔ کاظم سعید کہتے ہیں کہ ایکسویں صدی علم کی صدی ہے اور اس میں دیر پامعاشری ترقی کے لئے دو بنیادی عوامل درکار ہیں۔ ایک علم وہنر سے لیں افرادی قوت اور دوسرا جدید پیداواری نظام۔ ہمارے مردوں میں سے اسی فیصد اپنے گھرانوں کے لئے کمار ہے ہیں لیکن خواتین میں سے صرف تیس فیصد ہی کمار ہی ہیں جبکہ دنیا بھر میں یہ شرح چھیالیں فیصد ہے۔ ہماری دو کروڑ خواتین افرادی قوت میں شامل ہی نہیں! اگر 2047 میں ہماری خواتین میں سے بچاں فیصد کام کر رہی ہوں تو پاکستان کی افرادی قوت پندرہ کروڑ کے تعاقب میں ہو گی جو آج کے امریکہ کے قریب ہے۔ ہمیں اپنی خواتین کے لئے کمانے کے سلسلے میں بے پناہ آسانیاں کرنا ہوں گی جن کی تفصیل کتاب میں موجود ہے۔

برادرم کاظم سعید کراچی کے ایک بہت بڑے علمی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ چنانچہ ان کی کتاب ”دوپاکستان“ میں نے دو دفعہ پڑھی۔ ایک دفعہ پچھے خامہ فرسائی کی کوشش بھی کی مگر میں نے محسوس کیا کہ انصاف نہیں کر سکا۔ اب اس کتاب کا خلاصہ پیش خدمت ہے، اس میں پیچہ در پیچ مسائل اور ان کا حل بیان کیا گیا ہے۔ اب آپ مجھ پر انحصار کی وجہ سے اپنی رائے قائم کرنے میں زیادہ آسانی محسوس کریں گے۔ خلاصہ درج ذیل ہے:

اس کتاب میں دوپاکستان کا مطلب محض امیروں کا پاکستان اور غربیوں کا پاکستان اور مراعات یافتہ پاکستان یا غیر مراعات یافتہ پاکستان نہیں ہے کیونکہ اس تفریق سے عمل کے راستے نہیں نکلتے۔ پاکستان کے سواتین کروڑ گھرانوں میں سے کتنے گھرانے ایسے ہیں جن کی اگلی نسل کے مالی حالات آج سے بہتر ہونے کا قوی امکان ہے، اعداد و شمار کے تجزیے کے ساتھ کاظم سعید کہتے ہیں کہ صرف پندرہ بیس فیصد گھرانوں کے بارے میں یہ بات اعتماد کے ساتھ کہی جاسکتی ہے۔ یعنی اسی پچاہی فیصد پاکستانی مغل دور میں قلعے کے باہر ہنے والوں کی طرح ہیں، آج قلعے کی فصیلیوں کا مادی وجود نہیں ہے لیکن یہ کتاب پاکستان کے خوشحالی کے قلعے کی غیر مادی فصیلیں پہچانے اور ان کو ڈھانے کی حکمت عملی پیش کرتی ہے۔

اس کتاب ”دوپاکستان“ میں 2017 سے 2047 تک کے تیس سالہ عرصے میں پیداوار کی مالیت یعنی جی ڈی پی میں آٹھ گنا اضافے کا ہدف تجویز کیا گیا ہے۔ ذرا سوچنے کے اضافی دولت سے پاکستان کی کیا صورت ہو سکتی ہے لیکن اس روشن مستقبل کی راہ میں کئی رکاوٹیں ہیں اور یہی خوشحالی کے قلعے کی فصیلیں ہیں۔ کاظم سعید کہتے ہیں کہ ایکسویں صدی علم کی صدی ہے اور اس میں دیر پامعاشری ترقی کے لئے دو بنیادی عوامل درکار ہیں۔ ایک علم وہنر سے لیں افرادی قوت اور دوسرا جدید پیداواری نظام۔ ہمارے ہمارے مردوں میں سے اسی فیصد اپنے گھرانوں کے لئے کمار ہے ہیں لیکن خواتین میں سے صرف تیس فیصد ہی کمار ہی ہیں جبکہ دنیا بھر میں یہ شرح چھیالیں فیصد ہے۔ ہماری دو کروڑ خواتین افرادی قوت میں شامل ہی نہیں! اگر 2047 میں ہماری خواتین میں سے تمام مسائل کے باوجود پاکستانی خواتین کی صلاحیتوں کے بارے میں آج دینا ہے۔ تمام مسائل کے باوجود پاکستانی خواتین کی صلاحیتوں کے بارے میں آج کوئی ابہام نہیں رہا ہے۔ ملک کی ترقی میں ان کے شانہ بشانہ کام کرنے کے ساتھ ہر پاکستانی گھرانے تک خوشحالی ہماری لگر میں تازگی اور ہمارے ارادوں میں فولاد بھرنے کی منتظر ہے۔

اُستاد آئی اے رحمن

تحریر: حامد میر



آئی اے رحمن صاحب کے ساتھ عقیدت اور لگاؤ کی ایک وجہ عجیب جالب بھی تھے جو رحمن صاحب کی بہت عزت کرتے تھے۔ جالب صاحب ایک ایسے انسان تھے جو بڑی مشکل سے کسی کی عزت پر آمادہ ہوتے تھے اور جب میں انہیں رحمن صاحب کے سامنے جھکا جھکا سادیکھتا تو ان سے زیادہ جھک جاتا۔ رحمن صاحب کے ساتھ قربت میں اضافے کی بڑی وجہ عاصمہ جہانگیر بن گئی تھیں۔ عاصمہ جہانگیر نے اپنی بہن حنا جیلانی اور پچھے ساتھیوں کے ساتھ مل کر بڑے مدد و دوسائیں کے ساتھ ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان قائم کیا تھا۔ یہ بات میرے ذاتی علم میں ہے کہ آئی اے رحمن صاحب اگر صرف کالم لکھتے تو بہت فائدے میں رہتے کیونکہ بھارت اور بھگد دیش کے بڑے بڑے اخبارات منہ مانگے معاوضے پر ان کا لام شائع کرنے کیلئے تیار تھے لیکن انہوں نے 1990ء سے 2015ء کے دوران ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان میں انتحک محنت کی اور لوگوں میں یہ شعور اجاگر کیا کہ ریاست اور اس کے شہریوں میں تعلق کو مضبوط بنانے میں انسانی حقوق کی کیا اہمیت ہوتی ہے۔

پچھلے کچھ برسوں میں مجھے آئی اے رحمن صاحب کے ساتھ بہت سی کافر نسوں اور سیمینار میں گفتگو کا موقع ملا۔ میں ایک مرید کی طرح ان کی عزت کے تقاضے پورے کرنے کی کوشش کرتا لیکن رحمن صاحب بڑی نفاست کے ساتھ تباہی عارفانہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے میری پیر پرستانہ گفتگو کو نظر انداز کر دیتے۔ وہ بہت بڑے آدمی تھے۔ وہ ان لوگوں میں سے ایک تھے جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ اپنی ذات میں انجمن ہیں لیکن وہ انجمن تائش باہمی کے قطعاً قائل نہ تھے۔ علی گڑھ یونیورسٹی کے فارغ التحصیل تھے۔ فیض احمد فیض اور عجیب جالب کے دوست تھے لیکن ان میں خود نمائی بالکل نظر نہ آتی تھی۔ ان کے ساتھ ادب، فلسفہ اور ریاست پر گفتگو ہوتی تو ایسا لگتا کہ وہ ایک ماہر تیراک کی طرح آپ کو علم کے سمندر میں انڈر واٹر لے گئے ہیں اور سمندر کی گہرائیوں میں موجود ایک نئی دنیا کھا رہے ہیں لیکن عام زندگی میں وہ عام الفاظ میں عام آدمی کے حقوق پر بات کرتے اور اپنی علیمت کا رعب بالکل نہیں جھاڑتے تھے۔ وہ صرف زبانی کلامی حقوق العباد کا پر چاربھیں کرتے تھے بلکہ عملی زندگی میں بھی بندوں کے حقوق کا خیال رکھتے۔ صحافت میں ہمارے پرانے استادوں نثار عثمانی اور حسین نقی کے ساتھ جیلوں کی ہوا کھانے والے ایوب در بدر کو ایک دفعہ نوکری کی ضرورت پڑی تو نقی صاحب نے انہیں آئی اے رحمن کے پاس بھیج دیا۔ رحمن صاحب نے ایوب در بدر کو

آپ کا زندگی میں ایسے لوگوں سے ضرور واسطہ پڑتا ہے جو زبردستی آپ کا اُستاد بننے کی کوشش کرتے ہیں اور اُستاد کے درجے پر خود بخود فائز ہونے کے بعد آپ سے عزت طلب کرتے ہیں۔ قسم اچھی ہوتا زندگی میں ایسے لوگ بھی مل جاتے ہیں جن کی شخصیت اور کردار سے آپ بہت کچھ سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگ زبردستی آپ کا اُستاد بننے کی کوشش نہیں کرتے بلکہ آپ خود بخود انہیں اُستاد کا درجہ دیتے ہیں اور ان جیسا بننے کی کوشش کرتے ہیں۔ آئی اے رحمن بھی ایک ایسی ہی شخصیت تھے جنہیں میری نسل کے بہت سے صحافیوں نے خود بخود اپنا رول ماؤل بنارکھا تھا۔ میں نے میدان صحافت میں قدم رکھا تو ضیاء الحق پاکستان میں سیاہ و سفید کے مالک تھے۔ یہ صحافت اور سیاست پر پابندیوں کا دور تھا۔ ہر کام میں زبردستی ہوتی تھی۔ زبردستی نمازیں پڑھانے اور اپنی عزت کرنے والے حکمرانوں کے اس دور میں نثار عثمانی، احمد بشیر، حسین نقی اور آئی اے رحمن جیسے لوگوں کو ہم نے اپنا اُستاد بنایا کیونکہ یہ لوگ اُمر کے سامنے بچ بول اور لکھ رہے تھے۔ آئی اے رحمن صاحب کو پہلی دفعہ میں نے لارنس روڈ لاہور پر ہفت روزہ ”ویو پاکنٹ“ کے دفتر میں دیکھا۔ میں گورنمنٹ کالج یونیورسٹی کا طالب علم تھا اور اپنے دوست آغا نوید مرحوم کے ساتھ وہاں ظفریاب احمد کو ملنے جایا کرتا۔ مظہر علی خان کے اس ہفت روزہ میگزین میں شفقت تنویر مرتضی، حسین نقی اور آئی اے رحمن بھی کام کرتے تھے۔ ویو پاکنٹ میں سب لوگ بہت خاموشی سے اپنے کام میں منہک رہتے لیکن یہاں کام کرنے والا ایوب در بدر ہمیں پورے شہر کی سیاسی خبریں سنادیتا اور آخر میں یہ ضرور کہتا کہ ”اوے نجع کے رہنا پکڑے نہیں جانا“۔ ایوب در بدر کے بار بار خبردار کرنے کی وجہ تھی کہ مارچ 1981ء میں پی آئی اے کاظمیہ اغا ہو تو ویو پاکنٹ کا سار اعمالہ گرفتار ہو گیا تھا۔ مظہر علی خان، آئی اے رحمن، عجیب جالب اور حمید اختر وغیرہ کو کوٹ لکھپت جیل بھیج دیا گیا۔ یہ سب لمبی قید کے بعد رہا ہوئے تو پھر سے ویو پاکنٹ نکالنا شروع کر دیا۔ جب ہم صحافی بنے تو ان سب بزرگوں کو بڑی رشک بھری نظر وہ سے دیکھتے تھے جنہوں نے مارشل لاء دور میں قید کاٹی اور کوڑے کھائے۔ 1988ء میں محترمہ نظیر بھٹو وزیر اعظم بنیں تو آئی اے رحمن اپنے پرانے اخبار پاکستان نائیگر میں واپس چلے گئے لیکن جب یہ حکومت ختم ہوئی تو عاصمہ جہانگیر انہیں ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان میں لے آئیں۔ پھر رحمن صاحب نے اپنی زندگی انسانی حقوق کے لئے جدوجہد کی خاطر وقف کر دی لیکن انگریزی اخبارات میں کالم بھی لکھتے رہے۔

ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کے دفتر میں ریپورٹ کی جا ب آفر کی اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ آپ کی تجوہ زیادہ نہیں ہو گی۔ ایوب صاحب نے یہ جا ب قبول کر لیں لیکن رحمن صاحب بعد میں بغیر کسی تقاضے کے اپنی طرف سے تجوہ میں کمی کو پورا کرتے رہتے تھے۔ کچھ اور مثالیں بھی دے سکتا ہوں لیکن ایک ہی مثال کافی ہے کیونکہ اس کے راوی خود ایوب در بدر ہیں جو بدستور وہیں کام کر رہے ہیں جہاں رحمن صاحب انہیں چھوڑ کر گئے۔ ایک دفعہ میں نے آئی اے رحمن صاحب سے پوچھا کہ نوجوان صحافیوں کو کون سی کتاب ضرور پڑھی چاہئے؟ رحمن صاحب نے کہا کہ ملک محمد جعفر کی کتاب JINNAH AS A PARLIAMENTARIAN کو پڑھنی چاہئے۔ یہ جواب سن کر میں رحمن صاحب کی عاجزی پر حیران رہ گیا کیونکہ یہ کتاب میرے پاس موجود تھی اور اسے مرتب کرنے والوں میں ملک محمد جعفر کے علاوہ آئی اے رحمن اور غنی جعفر کا نام بھی کتاب کے نائل پر موجود ہے لیکن رحمن صاحب نے صرف ملک محمد جعفر کا نام لیا کیونکہ وہ ذاتی طور پر انہیں اپنے استاد کا درجہ دیتے تھے۔

رحمن صاحب کیلئے قائد اعظم محمد علی جناح ایک آئینہ میل تھے اور اسی لئے وہ تمام عمر جمہوریت اور انسانی حقوق کی جنگ میں مصروف رہے۔ بقول حارث خلیق انہیں اپنے اہل زبان پر ہونے پر نہیں اہل آواز ہونے پر فخر تھا۔ وہ بے آوازوں کی آواز تھے۔ ان کے چلے جانے کے بعد ہمیں ان سب مظلوموں کی آواز بننا ہے جن کی آوازان انصاف کے ایوانوں تک بڑی مشکل سے پہنچتی ہے۔

اس بھارتی مسلم نوجوان کو بی ایس ایف نے جمعرات کی شب سرحد کی جانب پیدل جاتے ہوئے گرفتار کر کے مقامی پولیس کے حوالے کر دیا۔ پولیس نے بتایا کہ ذیشان صدیقی مہارا شر کے قبصے عثمان آباد کے علاقے خواجہ گلگار ہائی ہے اور وہ گزشتہ کئی ماہ سے انٹریٹ پر ایک پاکستانی لڑکی سے رابطہ میں تھا۔ گیارہ جولائی کو صدیقی موڑ سائیکل پر سوار ہو کر اپنے گھر سے روانہ ہو گیا کیونکہ لاک ڈاؤن کی وجہ سے کسی قسم کی پبلک ٹرانسپورٹ دستیاب نہیں تھی۔ ذیشان کے اہل خانہ نے مقامی تھانے میں اس کے لاپتہ ہونے کی رپورٹ بھی درج کر دی تھی۔ عثمان آباد پولیس کے سائبوروں نے اس نوجوان کے موبائل فون کوڑیں کر کے اس کی لوکیشن کا پتہ لگا لیا اور پھر گجرات پولیس کو اطلاع کر دی۔ پولیس کے مطابق رن آف کچھ کے علاقے میں جب ذیشان صدیقی کی موڑ سائیکل ریت میں پھنس گئی تو وہ پیدل ہی پاکستانی سرحد کی جانب چلنے لگا تھا۔

مقامی میڈیا کی اطلاعات کے مطابق جب بی ایس ایف کے اہلکاروں نے اسے حرast میں لیا، تو اس نے انہیں بتایا کہ وہ کراچی میں اپنی گرل فریڈنڈ سے ملنے جا رہا تھا۔ اس وقت بھی وہ اپنے راستے کے تعین کے لیے گوگل میپس نامی ایپ استعمال کر رہا تھا۔ بی ایس ایف کے مطابق ذیشان صدیقی کو پاکستان اور بھارت کے مابین میں الاقوامی سرحد سے تقریباً ڈیڑھ کلومیٹر کے فاصلے پر گرفتار کیا گیا۔ وہ انتہائی مخت حال تھا اور اس نے بتایا کہ وہ رن آف کچھ کے صحرائی علاقے میں دو گھنٹے تک بے ہوش بھی رہا تھا۔ ع/م (بھارتی میڈیا، بی ایس ایف)

ایک بھارتی نوجوان سوچل میڈیا پر پاکستان میں کراچی کی ایک لڑکی سے دوستی کے بعد اس سے ملاقات کے لیے پیدل ہی دونوں مالک کے مابین سرحد عبور کرنے کی

پاکستانی لڑکی سے ملنے بھارتی شہری پیدل ہی سرحد پار کرنے نکل پڑا



ایک بھارتی نوجوان سوچل میڈیا پر پاکستان میں کراچی کی ایک لڑکی سے دوستی کے بعد اس سے ملاقات کے لیے پیدل ہی دونوں مالک کے مابین سرحد عبور کرنے کی

”علامہ“ بننے کا شوق

تحریر: حسن نثار



میں جیران رہ گیا اور اسے سمجھایا کہ اگر تم نے کبھی سنتوش کمار، درپن، سدھیر، محمد علی، وحید مراد کو دیکھا ہوتا تو تم اسے گن پونٹ پر بھی ہارت تھرو ب کبھی نہ کہتے۔ جسے دیکھو WEST کی غیر مصدقہ فوٹو کا پی بننا پھرتا ہے۔ مجال ہے جو کہیں کوئی شے اور بینل بھی دکھائی دے۔

یہ ساری پسماندگی، پُرمردگی، نقائی صرف شوبز تک ہی محدود نہیں۔ ہر جگہ افلاں اپنے عروج پر ہے۔ ہمارا لڑی کی ریٹ شرمناک حد تک کم ہے لیکن قدم قدم پر ”علامے“ اس کثرت سے پائے جاتے ہیں کہ گنا مشکل ہے۔ علم سارا دیس میں ہے لیکن دنیا بھر کے علماء حضرات یہاں پائے جاتے ہیں تو میں سوچتا ہوں کہ ہم اتنے علاموں کے ہوتے ہوئے اس بری طرح راندہ درگاہ کیوں ہیں اور اغیار اتنی جہالت کے باوجود چاند اور مرنخ تک کیے پہنچ گئے۔ پھر خیال آتا ہے شاید ہمارے حکمرانوں نے کبھی ان ”علاموں“ سے استفادہ ہی نہ کیا ہو جس کی سزاقدرت ان کو اس طرح دے رہی ہے کہ کسی بھی قسم کی یہیں اوجیاں کے لئے انہیں کفار و اغیار کے ہاتھوں کی طرف دیکھنا پڑتا ہے۔ سمندر سے تیل اور ریکوڈ ک سے سونا نکالنے کے لئے اربوں کھربوں کے ٹھیکے یہ غیر ملکیوں کو کیوں دیتے ہیں؟ ہزار پانچ سو علامہ پڑکے ان کے پاؤں پکڑ لیں اور چیلکیوں میں سارے مسائل حل کر لیں۔ جدید اسلحہ کیلئے بھی ہمیں اپنے حریقوں کی طرف دیکھنا پڑتا ہے اور یہ بھول جاتے ہیں کہ اول تو ”مومن“ ہوتا ہے پہنچ بھی لڑتا ہے سپاہی، لیکن اگر جدید ترین اسلحہ اتنا ہی ضروری ہے تو ہم اپنے علاموں سے مدد کیوں نہیں لیتے۔

مجھے آج تک اس تاریخی حقیقت کی سمجھ بھی نہیں آسکی کہ ”خش العلاماء“ تو سارے کے سارے ہمارے پاس تھے تو ہم لوگ ان کے غلام کیسے ہو گئے جن کے پاس ایک بھی ”خش العلاماء“ موجود نہیں تھا۔ جدید میڈیکل سائنس میں ساری کوئی بیوشن غیروں کی جگہ ہمارے پاس ”زیدة الحکماء“، ختم ہونے میں ہی نہیں آتے۔

آخر میں اپنی جہالت کا اعتراف کہ میں نہیں جانتا ”علامہ“ کہاں سے تیار ہو کر تکتے ہیں کیونکہ مجھے بھی علامہ بننے کا بہت شوق ہے لیکن میں نہیں جانتا کہ اس کیلئے کہاں داخلہ لے کر کیا پڑھنا پڑتا ہے بلکہ کیا کیا کچھ پڑھنا پڑتا ہے۔

”بڑی مشکل سے ہوتے ہیں چون میں دیدہ ور پیدا“

عقل و دانش، فہم و فراست، محنت، مشقت، دیانت، نظم و ضبط، حصول علم و ہنر یعنی سائنس اینڈ ٹیکنالوجی کو توماریں گولی اور بھیجیں ہزار لعنت۔۔۔ اغیار اور کفار تو بہت ہی عام، بہت ہی معمولی بلکہ گھٹیا باتوں میں بھی ہمیں بری طرح پچھاڑ کر بازی لے جا چکے۔

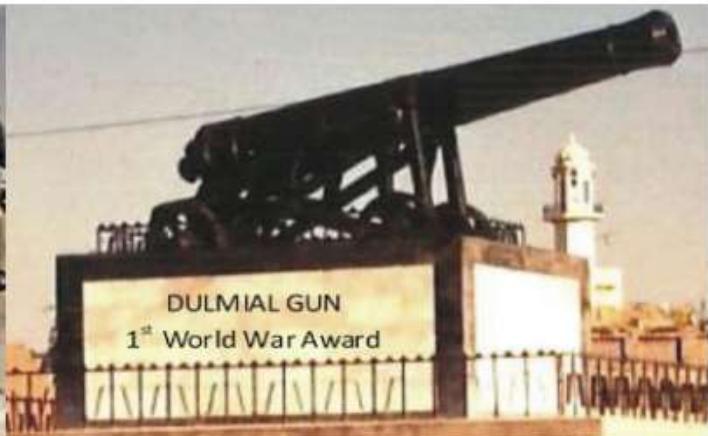
کبھی جدید ترین خواراکوں پر غور کیا جسے وہ خود ”جنک فوڈ“ کہتے ہیں لیکن اقبال کے شاہین ان کے علاوہ کچھ کھانے کو ہی تیار نہیں۔ کیا ہیں یہ پیزے، برگر، سینڈوچ، پاستے، نوڈلز، گلش، WRAPS، براؤ نیز ڈونڈ زو غیرہ۔ کہاں گئے پر اٹھے اور پھیریاں، کڑھیاں اور موٹھیاں، ساگ اور میٹھیاں۔ نئی نسل ادھ رڑ کے اور کانبھیاں بھول کر کوئے پیتی ہے اور شلوار کرتے، کھے، گرگابیاں تیزی سے قصہ پاریزہ بننے جا رہے ہیں۔ ڈھنگ کے تعلیمی اداروں میں زیر تعلیم لڑکے لڑکیاں نہ اردو پڑھ سکتے ہیں نہ لکھ سکتے ہیں۔ بیشتری وی پروگرام مغرب کے اگلے ہوئے نوائل جن کے نام عنوان تک اگر یزدی میں ہیں۔ اپنے تھواروں سے دچپی نہ ہونے کے برابر اور اگر میں کہوں کہ شہری ایلیٹ کے بچوں میں ویلننا نیز ڈے وغیرہ کی کہیں زیادہ پذیر ادائی ہے تو میں زیادہ سے زیادہ کتنا غلط ہو سکتا ہوں؟ کوئی ہے جو سیل فون سے متعلق تمام تراصطلاحات کا عربی نہ سہی اردو پنجابی زبانوں میں ہی ترجمہ کر کے ثواب دارین حاصل کر سکے۔ کبھی اپنی موجودہ موسیقی اور گلوکاروں پر غور کریں اور سوچیں کیا یہ واقعی ”اپنا“ ہے یا اغیار و کفار کے چبوں کے چبے کا چبے ہے۔ ٹی وی پر کبھی اپنی یو تھکو آپس میں اٹڑا یکٹ انٹر فیس کرتے دیکھیں اور پھر دیانتاری سنجیدگی سے سوچیں کہ یہ کن کی غیر مصدقہ فوٹو کا پیاس ہیں۔ ایسا ایسا جو کرایے ایسے جیسے میں دکھائی دیتا ہے کہ کوئلوں پر ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے۔ کچھ عرصہ پہلے کی بات ہے میں نے اپنے اک جانے والے اینکر نما کو کسی واجبی سے نوجوان کا اٹڑو یو کرتے دیکھا جس میں وہ اسے بار بار ”ہارت تھرو ب“، قرار دے رہا تھا۔ میں نے بیزار ہو کر ٹی وی چیل تبدیل کر دیا۔ چند روز بعد اس اینکر نما سے ملاقات ہو گئی تو میں نے اسے پوچھا ”کیا تمہیں ہارت تھرو ب“ کا مطلب معلوم ہے؟“ پھر میں نے اسے وہ ”انٹرو یو“ یاد دلا کر پوچھا کہ ”تمہارا وہ ونگا چبا سا ہارت تھرو ب تھا کون؟“ اس پر مجھے بتایا گیا کہ وہ ایک مقبول ڈرامہ آرٹسٹ ہے تو



دوا میال (تاریخی توپ کا انعام حاصل کرنے والا گاؤں)

تحریر: ریاض احمد ملک (چکوال)

دوا میال ضلع چکوال (سابقہ ضلع جہلم) تھیں جو آسیدن شاہ کی سربراہ و شاداب وادی کہون کا مشہور اور اہم گاؤں۔ ایک تاریخی گاؤں۔ تاریخ رقم کرنے والا گاؤں۔ کالئے کٹھوں کی پہاڑوں میں مکتھے ہوئے اڑیاں اور جنگلی جانوروں کی دنیا۔ نیلے آسمان کو چومتا ہوا 3000 فٹ کی بلندی رکھنے والا پربت۔ جگہ جگہ بکھری ہوئی سرسوں کی زرد زرد چادر۔ پہاڑوں پر خوشمناسیزہ۔ خوشبودار کھوئی گھاس کی بھینی بھینی قہوہ نما خوشبو۔ دامن قریبے دوا میال میں شفاف پانی کا تالاب (ڈی بھ) جس کے مغربی کنارے پر نصب شدہ توپ۔ اعلیٰ خدمات کا اعزاز۔ اس قریبے کے غازیوں۔ جیالوں۔ اور بھادروں کی پیچان بھی ہے۔ اور منہ بولتا ثبوت بھی۔ آن بھی ہے اور شان بھی ہے۔ وقار اور طرہ، امتیاز بھی۔ فوجی جوانوں کا نشان بھی۔ محبتوں۔ الفتوں۔ پر خطر راستوں پر اعوان قوم کا گاؤں دوا میال، غازیوں، شہیدوں اور عسکریانِ تنخ بکف کی سرز میں۔ یہ آرٹلری کے گزوں، شاہ زوروں، شہسواروں۔ اہل علم۔ اہل تعلیم۔ اہل فکر۔ اہل ہنر۔ اہل نظر۔ تدبیر سے پر۔ علماء، فضلاء اور فقیر ان کو گھلا ہوں کی وہری۔ یہ



جان جو کھوں میں ڈالنے کا آستان بھی۔ دوا میال کا ہر خوشمناظر۔ ہر رخ زیبا۔ ہر لکش منظر اسی "توپ والے مشہور گاؤں دوا میال" کا پتہ دیتا ہے۔

اور ساتھ ہی دوا میال کی سب سے اوپری چوٹی پر پر شکوہ دوا میال کا 1927ء میں پھرلوں اور چونے کے امترانج سے مرقع مینار جو ضلع جہلم اور چکوال میں اپنی نوعیت کا پہلا مینار جس کی تعمیر قدرت کا خاص نشان۔ اعوان قوم کی محنتوں اور مشقتوں کا شمر۔ مولوی کرم داد صاحب۔ بابا کپتان غلام محمد صاحب کی دعاوں کا مجذہ۔ جنہوں نے اس کی تعمیر میں خاص دعاوں کا التراجم کیا اور ان کی بنیادیں اپنے ہاتھوں سے کھو دیں۔

یہ ان کی عزم و ہمت کا نشان ہے۔ اس مینار کو بھی دوا میال کے ایک بزرگ مستری غلام محمد نے بنایا تھا۔ یہ اس کے خاص ہمت اور حوصلے کی بدولت پایہ تکمیل تک پہنچا۔ اس کے پاس اس وقت 16 لکھ روپے کے بالے اور 16 ہی لکھ روپے کے پھٹے تھے۔ جس پر اس نے تقریباً 90 فٹ اونچا مینار بنادیا اس پر وہ لگا تار دوسال کام کرتا رہا۔ اور 1929ء میں یہ مینار مکمل ہوا۔

توبہ۔ پربت۔ آدوا۔ یہ تاریخی سنگی کی پہاڑی۔ جاہپر کے چاندی جیسے چشمے۔ بل کھاتے ہوئے رکھرام ہلاوں کے کوہستانی راستے۔ یہ باد صرص۔ یہ باد نیم۔ یہ باد صبا۔ یہ دل کی تہائیاں۔ چھروں پر نمایاں محنت اور مشقت کی سلوٹیں۔ محبتوں سے بھرے دل۔ یہ سونا اگلنے والے کھیت۔ یہ ہنستے ہنستے سر کے کھیت۔ یہ لہلاتے میرے گندم کے کھیت۔ پھلاہی کے زرد زرد پھول۔ کھوکھے گھرے بہرے۔ سنہوں کے پھیلے ہوئے سبزہ زار۔ کٹاں کا پوتہ پانی۔ کٹاں کی متبرک حمیل۔ جس کی مشاہد روتی ہوئی آنکھ سے۔ جو واقعی ایک روٹی ہوئی آنکھ ہے اور اس آنکھ سے نکلنے والا پانی سیراب کر رہا ہے چواؤ کو۔ جس سے علاقہ کی واٹر سپلائیاں بھی ہیں۔ جھیل کا شفاف پانی۔ علاقہ کے لئے آب حیات۔ یہ تاریخی آثار۔ یہ نکہ پہاڑی اور اس نکہ پہاڑی کی چوٹی پر شیروں والی یونانی شہزادوں۔ سرداروں۔ شہسواروں اور پیادوں کی تاریخی قبور۔ وہاں چتمان کے گلکروں کی بھرمار۔ اور بے شمار آثار یونانی دور کی یادداشتے ہیں۔ سنگی کی پہاڑی جس پر کبھی ہیون سیانگ کے سفرنامے میں تحریر کردہ سلنگھا پورہ یا سنها پورہ کا شہر آباد تھا۔

اس بستی کے غیور باسیوں۔ بہادر غازیوں اور جوانہ شہیدوں نے ہمیشہ وطن عزیز پر اٹھنے والی آنکھ کا تعاقب کیا۔ اور وطن عزیز کو اپنا خون جگر پلا کر اس کی سرحدوں کی حفاظت کی۔ ہر سیکنڈ، ہر زون اور ہر سرحد پر اس گاؤں کے لوگوں نے بہادری کے جو ہر دکھائے۔ ثبات کے ساتھ۔ دلیری اور بہادری کے ساتھ داستانیں رقم کیں۔

حریت کی، وفا کی، اتنا کی، جہاد کی، چراغ راہنمائی، ہر طرف۔ اور ہر جگہ پر روشی کی کرن بن کر اجالے پھیلائے۔ یہ حقیقت وضاحت کی محتاج نہیں کہ کوئی شہر۔ کوئی بستی۔ کوئی قریہ۔ کوئی مدینہ۔ کوئی جگہ اپنی ذات میں کچھ نہیں ہوتی۔ صرف جغرافیائی نقشے پر ایک نقطہ ایک جگہ کا نام ہوتا ہے۔ جو کہ ارض پر تین خطوط کے درمیان کسی جگہ پر ہوتا ہے۔ بس یہی اس کی حقیقت ہے۔ اصل میں ملک۔ شہر۔ بستی۔ قریہ۔ کا اپنے رہنے والوں اور اپنے لئے والوں کے کارہائے نمایاں ہی ان کی میراث ہوتی ہے۔ اس دیہہ کے فرزندوں نے مختلف شعبہ جات میں یادگار خدمات سر انجام دیں ہیں۔ یہاں کی نامور شخصیات نے سیاسی، سماجی۔ تمدنی۔ نہیں۔ زندگی کو ایک نئی روشنی بخشی۔

دوا میال کو یہ بھی اعزاز حاصل ہے کہ اس وقت کے انذین آرمی چیف آف سٹاف فیلڈ مارشل برڈوڈن نے بھی دوا میال تشریف لا کر اس توپ کو سلامی دی۔ گورنر پنجاب اور وائسرائے ہند لارڈ ولکنڈن نے بھی دوا میال کے تاریخی گاؤں اور دوا میال کی ضلع چکوال کی تحصیل چوآسیدن شاہ کی سربراہ شاداب وادی " وادی کہوں " کا انعام یافتہ اس بارہ پاؤندز۔ 1816ء کی بروم گن فاؤنڈری کا نی پور کی بنی ہوئی اس انعامی توپ کو سلامی دینے کے لئے حاضری دی اور دوا میال کے افسران اور جوانوں کو مشہور اور اہم تاریخی گاؤں " دوا میال "۔ ایک چھوٹا سا قریہ جو نہ صرف پاکستان بھر میں مشہور بلکہ کامن و میتھنگ ملکوں میں مشہور۔ چوآسیدن شاہ سے مغرب کی جانب 10 کلو میٹر کے فاصلے پر اور کلر کہار سے بجانب مشرق 23 کلومیٹر پر وادی کہوں میں فخر سے سر بلند کئے ہوئے ہے۔

توپ انعام یافتہ گاؤں

دوا میال ایک تاریخی گاؤں توپ انعام یافتہ گاؤں۔ پاکستان میں اور تمام کامن و میتھنگ ملکوں میں مشہور ہے۔ کے نام سے مشہور ہے۔

پہلی جنگ عظیم میں دوا میال گاؤں سے 460 افراد نے شرکت کی جن میں 100 سے زیادہ وائسرائے کمشنڈ آفیسرز تھے۔ جنہوں نے مختلف محاذ جنگ پر اپنی بہادری کے جو ہر دکھائے۔ حیران ہونے کی کوئی بات نہیں قیادت ہمیشہ تعلیم کی مرہوں منت ہوتی ہے۔ " تاریخ جہلم " مرزاع محمد عظیم بیگ مطبوع 1889ء دوا میال گاؤں میں گورنمنٹ پر انگریزی سکول کی ابتداء 1857ء میں ہو گئی تھی اور دوا میال سے چار میل کے فاصلے پر ڈالووال گاؤں میں بلیخیم مشن ہائی سکول ڈالووال کا اجراء 1900ء میں ہو گیا تھا۔ اس طرح اس تعلیمی انقلاب نے دوا میال کے لوگوں میں تعلیم حاصل کرنے شعور کو جلا بخشی اور اس تعلیم کے میدان میں انہوں نے اپنے آپ کو جھوٹک دیا۔ پہلی جنگ عظیم میں اس تعلیم کی بدولت دوا میال کے 100 سے زیادہ وائسرائے کمشنڈ آفیسرز موجود

دوا میال گاؤں کے جزل

1۔ می مجر جزل نذیر احمد ملک (علاقہ بھر کا پہلا مجر جزل)۔ پاکستان کے پہلے جرنیلوں میں شمار۔ 1948 کی کشمیر جنگ کے ہیرو۔ اس جنگ میں 9 Div کی کمانڈ کی) پاکستان بننے کے بعد پہلے مجر جزل کا عہدہ حاصل کرنے کا اعزاز، ریٹائر ہونے کے بعد میسٹر لاہور کار پوریشن کی حیثیت سے خدمات سر انجام دیں۔

2۔ یقینیٹ جزل محمد صدر ملک (علاقہ بھر کا پہلا یقینیٹ جزل)۔ سابقہ گورنر پنجاب)

3۔ یقینیٹ جزل محمد آصف

4۔ وائے ایڈ مرل ملک محمد شفقت جاوید

5۔ وائے ایڈ مرل ملک محمد عبد العالیم

پہلی جنگِ عظیم کی یادگار

دکھانے والوں کی تعداد وغیرہ۔ دوالیاں میں سے پہلی جنگِ عظیم میں شامل ہونے والوں کی تعداد 460 تھی۔ جو اس وقت کے حساب سے کسی گاؤں سے سب سے زیادہ تھی۔ 100 سے زیادہ وائراء کمشن آفیسرز دوالیاں سے پہلی جنگِ عظیم میں شامل

تھے۔ اور بڑی بے جگری سے ہر محاذ پر بہادری کے جوہر دکھائے۔ اور اس طرح دوالیاں کو دولتِ مختار کے براعظیم ایشیا میں توپ کے انعام کا سخت مہمہ رکھایا گیا۔ اور ڈپٹی کمشنر جہلم نے دوالیاں میں آکر تمام گاؤں کے بہادر سپوتوں کو اکٹھا کیا اور اس انعام کی خبر اور مبارک باد دی اور اس وقت دوالیاں کے سینئر ترین آفیسر کپتان ملک غلام محمد تھے ان کو مبارک باد دی کیونکہ آپ ہی نے آرمی کے وفد کو دوالیاں کی مشاری خدمات کے اور جنگِ عظیم اول میں کارہائے نمایاں سرانجام دینے پر ایک توپ کے انعام پر مقابل کیا تھا، کیونکہ آپ کی تمام ملٹری سروں آرٹلری کی تھی اس لئے وہ چاہتے تھے کہ دوالیاں کو توپ کے انعام سے نوازا جائے۔ ڈی سی جہلم اس انعامی توپ کو تمام ملٹری اعزاز کے ساتھ حاصل کرنے کے لئے کپتان صاحب کو جہلم مدعو کیا۔ اس انعام کے سنتے ہی تمام گاؤں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ اور علاقہ کہون میں بھی لوگ بہت خوش وقت سال تریخ آرکیا لو جیکل اینڈ ہیرنچ سوسائٹی دوالیاں کی مداخلت سے اور ہوئے اور ایک دوسرے کو مبارک باد دینی شروع کر دی۔ یہ ایک بہت بڑا اعزاز تھا جو تحصیل ناظم اور ضلع ناظم کے بر وقت ایکشن پر اس یادگار کو دفن ہونے سے بچا گیا۔ 1925ء کو کپتان ملک غلام محمد صاحب دوالیاں سے ہمراہ چند دوسرے آفیسرز کے دوالیاں سے جہلم تشریف لے گئے۔ تاکہ ڈی سی جہلم سے اپنے عظیم انعام کو حاصل کیا جائے۔ جہلم پہنچنے پر دوالیاں کے اس وفد کی خوب پذیرائی ہوئی۔ اور فرست پنجاب رجمنٹ سنٹر میں اس توپ کے انعام کو کپتان ملک غلام محمد کے حوالے کرنے کی ایک شاندار تقریب منعقد ہوئی۔ جس کی صدارت ڈی سی جہلم نے کی اور اس میں وی آئی پی گیٹ کپتان ملک غلام محمد صاحب تھے۔ اس توپ کو بڑے اعزاز کے ساتھ ڈی سی جہلم نے کپتان ملک غلام محمد صاحب کے حوالے کیا۔

جہلم سے یونٹ کے کمانڈنگ آفیسر انگریز کرنل نے اس توپ کو جہلم ریل گاڑی پر لدوایا۔ اور یہ توپ بذریعہ ریل بیع کپتان ملک غلام محمد اور ان دوسرے افسران کے ساتھ چکوال روانہ ہوئی۔ اور ریلوے سٹیشن پر باقاعدہ ملٹری اعزاز اور سلامی سے توپ کو چکوال روانہ کیا گیا۔ اور بہت تعداد میں دور دراز سے لوگ اس توپ اور بابا کپتان ملک غلام محمد کو دیکھنے جہلم ریلوے سٹیشن پر آئے ہوئے تھے۔ اور یوں بذریعہ ریل گاڑی اس تاریخی توپ نے اس دوالیاں کی تاریخ رقم کرنے والے وفد کے ہمراہ جہلم سے چکوال تک کا سفر کیا۔ اور چکوال کے ریلوے سٹیشن پر پہنچ گئی۔ اور اس کو چکوال کے پلیٹ فارم پر اتار لیا گیا۔ چکوال سے اب اس توپ کا سفر دوالیاں کی جانب شروع ہوتا شمولیت۔ وائراء کمشن آفیسرز کی زیادہ تعداد۔ مختلف محاذوں پر بے مثال بہادری

دوالیاں کے گورنمنٹ پر انگریز سکول کی تاریخی عمارت جو 1857ء میں تعمیر ہوئی تھی اور یہی ہمارا الیہ ہے کہ اس تاریخی عمارت کو جو ہمارا تاریخی ثقافتی ورثتھا۔ اس کو محفوظ کرنے کی بجائے اس کو گردادیا گیا۔ یہ عمارت جو پانچ کروں پر مشتمل تھی۔ اور چونے کے پھرود کو تراش کر اسے تعمیر کیا گیا تھا۔ ایک نہایت ہی مثالی اور نایاب تاریخی دیدہ زیب عمارت اور تعمیر کا اک نادر نمونہ تھی۔ لیکن اس کو 2000ء میں گرا کر ایک اینٹوں سے بلڈنگ تعمیر کر دی گئی۔ اس کے صحی میں سرخ رنگ کے پھرود سے ایک پہلی جنگِ عظیم کی یادگار تعمیر ہے۔ جس کو 1925ء میں مستری محمد خان (والد حاجی عبدالغنی) نے تعمیر کیا تھا۔ یہ سرخ پھرڈ لاوال سے لائے گئے تھے۔ یہ بہت ہی خوبصورت یادگار تعمیر کی گئی ہے۔ لیکن اب جب سکول کی نئی بلڈنگ تعمیر کی گئی تو ٹھکیڈار نے اس کی ایک سیڑھی کو فرش میں دفن کر دیا ہے۔ لیکن بر کے سنتے ہی تمام گاؤں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ اور علاقہ کہون میں بھی لوگ بہت خوش وقت سال تریخ آرکیا لو جیکل اینڈ ہیرنچ سوسائٹی دوالیاں کی مداخلت سے اور ہوئے اور ایک دوسرے کو مبارک باد دینی شروع کر دی۔ یہ ایک بہت بڑا اعزاز تھا جو تحصیل ناظم اور ضلع ناظم کے بر وقت ایکشن پر اس یادگار کو دفن ہونے سے بچا گیا۔

اس یادگار پر ایک سفید سنگ مرمر پر مندرجہ ذیل عبارت درج ہے۔

DULMIAL
From This Village
460 men went to
The Great War
1914 - 1919.
of these 9 gave
up their lives

توپ کے انعام کا اعلان اور دوالیاں آمد

پہلی جنگِ عظیم کے بعد حکومت برطانیہ نے مختلف اعزازات کا اعلان کیا۔ جن میں دو توپوں کے انعام کا بھی اعلان، ایک توپ براعظیم یورپ کے ملک سکٹ لینڈ کے ایک گاؤں کو ملی اور دوسری توپ براعظیم ایشیا میں دوالیاں گاؤں کے لئے اعلان کیا گیا۔ اس کے پیچے یہ محکمات تھے کہ کسی گاؤں سے زیادہ لوگوں کی جنگ میں شمولیت۔ وائراء کمشن آفیسرز کی زیادہ تعداد۔ مختلف محاذوں پر بے مثال بہادری

قارئین کے لیے خوشخبری

آپکی پسندیدگی اور نیک تمناوں کی بدولت مہاتمہ لاہور انٹرنیشنل اپنی ترقی کی منازل کی طرف دواں دواں ہے۔ جنوری 2018ء سے ادارہ لاہور انٹرنیشنل نے قارئین کے لیے ایک نئی ویب سائٹ تشكیل دی ہے۔ وجود یہ تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ اسکا URL درج ذیل ہے۔

www.lahoreinternational.com

قارئین کرام اس ویب سائٹ پر اہم خبریں، مضامین اور دیگر شعبہ جات سے متعلق موثر مضامین اور عالمی خبریں بھی ملاحظہ فرماسکتے ہیں۔ آپ کی تجویز اور تبصروں کی روشنی میں اس سائٹ کو مزید سے مزید بہتر بنانے کیلئے ”ادارہ“ پر عزم ہے۔

ویب سائٹ پر اردو اور انگریزی دونوں رسانے اور مواد موجود ہے۔ تمام دنیا میں پر رسالہ اب ماشاء اللہ لاکھوں کی تعداد میں قارئین کے زیر مطالعہ ہے۔ جس قلیل مدت میں قارئین نے اس رسالہ کو پسند کیا ہے اس کیلئے ہم تمام قارئین کے تہہ دل سے مشکور ہیں۔ دنیائے صحافت میں آپ کی قدر دنی کے رسالہ نے جو مقام حاصل کیا ہے وہ قابل تائش ہے۔

اب ہماری کوشش ہے کہ اسکو جلد از جلد ”ہفتہ وار“ گردیا جائے اور آپ دوستوں کی دعاوں کے بغیر یہ ممکن نہیں۔ اپنی دعاوں میں یاد رکھیں۔

(ادارہ لاہور انٹرنیشنل)

ضروری ادارتی نوٹ

نوٹ فرما لیں ادارتی نوٹ مضمون کے ساتھ شائع کیا جاتا ہے۔ مصنف کی رائے، خیال، اپنا ہوتا ہے ضروری نہیں مصنف سے ادارہ متفق ہوا سی لیے بعض مضامین پر ادارتی نوٹ دیا جاتا ہے اور ایڈٹ بھی کیا جاتا ہے علاوہ ازیں یہ بھی نوٹ فرما لیں آن لائن ویب سائٹ اور رسانے میں شائع شدہ مواد کا پی رائٹ ہیں۔ بلا اجازت آرٹیکل شائع کرنا کا پی رائٹ قوانین کی خلاف ورزی اور جرم ہے کچھ احباب ایسا کر رہے ہیں انکو متنبہ کیا جا رہا ہے۔

تحا۔ وفد کی ہر رکن کی دعا یہیں اس توپ کے سنگ تھیں۔ خاص کر کپتان ملک غلام محمد صاحب کی دعا یہیں اور دعاوں کے ساتھ اس وفد کو ولی خوشی بھی تھی کہ وہ تاریخی اعزاز کو اپنے گاؤں دوالیمال لے کر جا رہے ہیں۔ بیل گاڑیوں پر لدی ہوئی توپ خراماں خراماں پسے سفر پر رواں دواں۔ کچھ سڑک پر بیل گاڑیاں بچکوئے کھاتی ہوئیں پہاڑی اور میدانی سفر کو طے کرتی ہوئیں عزمِ مصمم کے ساتھ چوآ سیدن شاہ پہنچ گئی۔ اب چکوال سے چوآ سیدن شاہ توپ پہنچ اب اگلا مرحلہ توپ کو دوالیمال گاؤں پہنچانے کا تھا۔ دوالیمال میں خاص طور پر پیغام بھیجا گیا کہ تازہ بیلوں کی جو گیں لے کر چوآ سیدن شاہ پہنچیں تاکہ توپ کو چوآ سیدن شاہ کی بڑی چڑھائی (صاحب کی ڈھکی) سے اوپر چڑھایا جاسکے۔ اور اس کو دوالیمال گاؤں میں یعنی منزل مقصود بیک پہنچایا جاسکے۔ لوگوں نے دوالیمال سے اچھے اچھے، تگڑے تگڑے بیل کی جو گیں۔ جلسہ والے بیل لئے اور چوآ سیدن شاہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ تمام گاؤں چوآ سیدن شاہ امداً یا تھا۔ اپنے بیلوں کے ہمراہ اور چشم زدن میں چوآ سیدن شاہ کی چڑھائی کو عبور کیا۔ دیکھنے والے لوگوں نے دیکھا کہ جب ”اعوان“ کوئی کام کرنے پر آتے ہیں تو ہر مشکل کو عبور کرنے کے لئے منصوبہ ان کے ذہنوں میں خود جنم لیتا ہے۔

ماہنامہ

چڑھائی چڑھنے کے بعد۔ یہ توپ اپنے سفر میں دوالیمال کی جانب رواں۔ جنم غیرہ ہمراہ اور راستے میں لوگ جو حق توپ کو دیکھنے کا شوق دل میں لئے شامل ہو رہے تھے۔ یہ وہ سماں تھا جو دوالیمال کی تاریخ نے نکھلی پسلی دیکھا تھا اور نہ آئندہ ایسا سماں دیکھا جائے گا۔ توپ اپنا سفر جہلم سے طے کر کے اپنی منزل مقصود دوالیمال میں پہنچ چکی تھی۔ بابا کپتان زندہ باد کے نظرے لگائے جا رہے تھے۔ لوگوں کا جنم غیرہ گاؤں کی گلیوں سے گذر کر اس توپ کے پیچے رواں دواں اور ہر ایک دل میں اللہ کے شکر کا اور دکھ توپ جو انعام میں اس گاؤں کو کلی اپنا سفر طے کر کے آج اس انعام یافتہ گاؤں میں پہنچ گئی ہے۔ ہر کوئی تعجب کی نگاہ سے ایک دوسرے کو دیکھ رہا تھا کہ اس توپ نے اس گاؤں کو تاریخی شہرت سے نوازا ہے۔ اور اس گاؤں کا نام دنیا میں لوگوں کی زبان پر آ گیا ہے۔ اور توپ والے گاؤں سے مشہور ہو گیا۔ پہلی جنگِ عظیم کی سوالہ تقریبات 2014-2019ء میں تو اس دوران دنیا بھر کے مشہور ٹوی چینز نے دوالیمال کی توپ اور دوالیمال کی مشری تاریخ کو بیل کا سٹ کیا اور دوالیمال آ کر دوالیمال میوزیم جس میں دوالیمال کی تمام تاریخ کو بیل کا سٹ کیا ہوا ہے وہاں سے ویڈیو بنایا کر ایک دفعہ سو سال کے بعد پھر دوالیمال کی تاریخ کو جاگر کیا۔ یہ سب توپ کے انعام کی بدولت ہوا۔





اس وقت صرف چیز ہے وہ ہے امید۔ اگر اور سیز پاکستانی ہیں اگر وہ کچھ کوشش کریں وہ کہیں نہ کہیں چھوٹی موٹی آواز بلند کریں۔ یورپی یونین میں خاص طور پر۔ 62ء میں چین نے لداخ پر حملہ کیا تھا اس وقت ہمارے لیے ایک سنہری موقع تھا، اس وقت ہم کشمیر کو آزاد کر سکتے تھے لیکن اس وقت کشمیری ہمارے ساتھ نہیں تھے۔ اگر آج ہم یہ کرتے ہیں تو ہم کم از کم وادی کو آزاد کر سکتے ہیں۔ اگر وہاں ہیں لاکھ فوج بھی ہو تو وہ کچھ نہیں کر سکتی کیوں کہ ایک کروڑ عوام آپ کے ساتھ ہیں۔ یہ ایک کروڑ آپ کے لیے سپاہی کے طور پر کام کر سکتے ہیں۔ ماضی کے ایک سال کے دوران ہمارے سارے اقدامات کاغذی ہیں۔ کشمیریوں کے حق رائے دہی کا شور کیا جاتا ہے حالاں کہ رائے شماری کی بات ہم نہیں بھارت نے کی تھی۔ نہرو نے سری گنگر میں تقریر کی تھی کہ میں کشمیریوں کو حق خود را دیت دوں گا اس وقت یہ بھی تجویز تھی کہ کشمیر کو اقوام متحده کی ٹرسٹی میں دے دیا جائے۔ مگر ہم نے نہیں مانا۔ اقوام متحده میں وہ قرارداد منظور ہوئی جو بھارت کے لیے قابل قبول تھی۔ جس کو ہم آج لے کر بیٹھے ہوئے ہیں جس کے کوئی معنی نہیں ہیں ہیں بتائیے رائے شماری کون کرائے گا؟

لبنان میں کیا کر رہے ہو؟ اسلامی ملکوں کا ریکارڈ کچھ بہتر نہیں ہے۔ بھارت تو صرف کشمیر میں ہی انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں کر رہا ہے لیکن ہر دوسرے اسلامی ملک میں گزشتہ برسوں سے کیا ہو رہا ہے۔ پھر یہ بھی یاد رکھیے کہ بھارت کی تاریخ بتاتی ہے کہ اُس نے کبھی بیرونی اثر و رسوخ برداشت نہیں کیا تھا وہاں کی بیرونی سازش کا میاب ہوئی تھی۔ ہمارا اور بھارت کا مقابلہ ایک اور پانچ کا ہے۔ جب کہ چین اور بھارت کا مقابلہ ایک اور تیس یا پچسیں کا ہے۔ چین دنیا کی سب سے بڑی میمعشت ہے۔ امریکا، چین کے ساتھ انجمن کو تیار نہیں۔ وہ بھارت کو اس کے لیے تیار کر رہا ہے۔ مگر بھارت اور چین میں اقتصادی طور پر کوئی مقابلہ نہیں ہے۔ اس تناظر میں پاکستان کو اپنی حکمت عملی نے سرے سے ترتیب دینا ہوگی۔ پاکستان کو چاہئے کہ وہ کشمیری کا زکوٰ مخلّم کرے صرف کشمیری مسلمان نہیں کشمیری عوام۔ امریکی صدارتی امیدوار جو بائیڈن نے کہا کہ کشمیریوں کے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے لیکن اس نے یہ نہیں کہا کہ کشمیریوں کو آزادی ملنا چاہئے۔ ہمارے لیے ایک ہی راستہ ہے کہ ہم کشمیری سرزمین کے لیے کام کریں، سپورٹ کریں اور دوسرے ملکوں سے بھی کہیں کہ کشمیری سرزمین کا۔ کشمیری عوام کا حق بحال کرانے میں ساتھ دیں۔ ایک آزاد اور خود مختار کشمیر۔ پاکستان کو سوچنا چاہئے کہ یہ ہمارے لیے سو مدد ہے یا نہیں۔ آپ سے آزاد کشمیر کوئی نہیں لے گا۔ ایک آزاد اور خود مختار کشمیر پاکستان سے زیادہ قریب ہے۔ کشمیر کے سارے دریا پاکستان کے کام

کشمیر کے مسئلے کو انداختا کر رکھو، یہ گوریلا کارروائیاں بند کر دو۔ ملک کو اقتصادی طور پر مضبوط کریں، تھیک کریں، جب آپ اقتصادی طور پر تھیک ہو جاؤ گے تو پانچ چھ سال تک کشمیر کے مسئلے کو انداختا کر رکھو، یہ گوریلا کارروائیاں بند کر دو۔ ملک کو اقتصادی طور پر بہتر بناؤ تا کہ آپ کا سفارتی اثر و رسوخ دنیا میں بڑھے۔ اسلامی دنیا میں بھی اور غیر مسلم دنیا میں بھی۔ آج مسلم دنیا میں پاکستان ایک بھکاری کے طور پر ثریث ہوتا

آئیں۔ پاکستان، بھارت، چین اور روس کشمیری سرزمین کے اطراف میں ہیں اگرچہ کشمیریوں کو سپورٹ کرنا شروع کردے تو پاکستان کا موقف مزید مضبوط ہو جائے گا۔

مشعل ملک (کشمیری رہنمایی میں ملک)

بھائی بہنوں کو کچھ تو بتائیں ان سے کوئی تو پوچھے کہ تہترسال کی اس کشمکش کے بعداب وہ چاہتے کیا ہیں؟

کشمیری آج بھی نامیدنیں ہیں۔ کشمیری آج بھی یہی سمجھتے ہیں کہ

دل نامید تو نہیں ناکام ہی تو ہے
لبی ہے غم کی شام مگر شام ہی تو ہے

فیضِ حمل

کچھ عرصہ قبل جب ہم کانگریس میں یا کسی اور امریکی فورم پر کشمیر کا ذکر کرتے اور دہائیوں سے جاری بھارتی مظالم پر احتجاج کرتے، تو اکثر کانگریس کے اراکین یا عام امریکی کی کچھ سمجھی میں نہیں آتا تھا۔ کچھ نے تو یہ بھی کہا کہ انہوں نے تو کشمیر نام کے سویٹر کا سنا ہے، نہیں معلوم تھا کہ یہ کوئی جغرافیائی مقام بھی ہے اور پاکستان اور بھارت کی دشمنی کی اصل وجہ۔ اب کشمیر کا ذکر کرتے ہوئے اتنی وضاحت کی ضرورت نہیں پڑتی۔

اس امر میں ہمارا اپنا کتنا حصہ ہے اور وزیرِ اعظم مودی کی حماقتوں کا اور خود مغرب میں مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے اثر کا کتنا، آئیے جائزہ لیتے ہیں۔ اس سلسلے میں پاکستانی سفارتکاری کتنی کمیاب رہی اس کا بھی سمجھنا ضروری ہے۔ پچھلے چھ سال سے مودی حکومت کے پر پے مجرمانہ اور ظالمانہ اقدامات نے اب کشمیر کو عالمی سطح پر صفائی کے خطرناک مسائل کی صفت میں لاکھڑا کیا ہے۔ کشمیری عوام پر بھارتی مظالم اور بربریت کے جو پھرائی توڑے جارہے ہیں اب اسکا نمایاں تذکرہ مغربی میڈیا، خصوصاً امریکی ذرائع ابلاغ میں بہت تو اتر کے ساتھ ہو رہا ہے۔ جس سے مغرب میں سیاسی اور عوامی سطح پر اس اہم مسئلہ پر وسیع پیانا پر آگاہی پھیل رہی ہے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک وقت ایسا بھی تھا جب میں امریکی کانگریس میں پاکستان کا کیس قائم کرنے کی کوشش میں مصروف تھا، ایک غیر معروف امریکی جریدے میں کافی کوشش کے بعد کشمیر پر شائع ہونے والے ایک مضمون کی فوٹو کا پی کر کے کانگریس میں باشنتے پھرتے تھے۔ لیکن بی جے پی اور ہندووتا کے مان نے والوں نہیں سوچتا کہ وہ مغربی میڈیا جو کہ اکثر مسلمانوں کے مسائل نظر انداز کیا کرتا تھا وہ کشمیر پر بھارت کو اور مودی حکومت کو اتنا آڑے ہاتھوں لے گا۔

دنیا سکر بھی ہے، سو شل میڈیا اپنی جڑیں گھری اور وسیع کرتا جا رہا ہے، اور اب وہ حالات نہیں کہ مغربی میڈیا میں مسلمان اور پاکستانی موجود نہیں ہیں۔ پچھلے کئی برسوں میں ایک کوشش کے ساتھ مغربی میڈیا میں مسلمانوں نے اپنی جگہ بنائی ہے۔ اسکے علاوہ کئی بھارتی تڑادنو جوان صافی اور لکھاری جو کہ خود زیندر مودی سے سخت نالاں ہیں اور ان کو بھارتی سیکولر ازم کے لیے بہت براخطرہ سمجھتے ہیں، وہ بھی کشمیر میں جاری مصائب

پانچ اگست دو ہزار نیمیں کشمیر کی تاریخ کا وہ سیاہ ترین دن ہے، جب بھارت نے ایک منصوبے کے تحت کشمیریوں کی نسل کشی کا پلان بنایا کہ کشمیر کی خصوصی حیثیت آرٹیکل 35 کے اور 370 کا خاتمه کیا۔ بھارتی حکومت نے جنگی جرائم میں ملوث اپنی فوج کی اضافی نفری کشمیر میں تعینات کی۔ اور کشمیریوں کو گھروں میں قید کر دیا۔ اور مقبوضہ کشمیر کو جیل میں بدل دیا۔ کرفیو اور لاک ڈاؤن کے بعد بھارتی فورسز نے اپنے الگ گھناؤ نے منصوبے کے تحت کشمیریوں کو بھوک سے نٹھال کرنا شروع کر دیا۔ بچے دودھ اور خوراک کو ترنسنے لگے۔ لیکن کشمیریوں کے خون کی پیاسی بھارتی فوج یہاں تک محدود نہیں رہی بلکہ کشمیریوں کو گھروں میں گھس کر قتل کیا جانے لگا۔ بھارتی فورسز کشمیری نوجوانوں کو گھروں سے اٹھا کر نارچ سیل منتقل کرنے لگی، اور تحریک آزادی کو دبائے کے لیے نوجوانوں پر وحشیانہ تشدد کرنے لگی۔ نوجوانوں کے ناخن پلاس سے اکھاڑنے کے ساتھ ساتھ ان کے جسم کے نازک اعضاء کو بجلی کے کرنٹ دیے جاتے رہے۔ کشمیریوں کی دشمن بھارتی فورسز جب ان سب ظلم و ستم کے بعد بھی کشمیریوں کے دل و دماغ سے تحریک آزادی کا خوف ختم نہ کر سکی تو بھارتی فورسز نے کشمیریوں کے گھروں کو بارود سے اڑانا شروع کر دیا جو کہ اب تک جاری ہے۔ آرٹیکل 35 کے خاتمے کے بعد زیندر مودی حکومت نے کشمیریوں کے ساتھ ساتھ اقوام متحده کی قراردادوں کو بھی روندہ لالا۔ مقبوضہ جموں و کشمیر کے علاوہ بھارت میں بھی بڑے پیانے پر آرٹیکل 370 کے خاتمے میں لاک ڈاؤن کی مخالفت کی گئی۔ بھارتی اقدامات پر کشمیر انتہیشنل میڈیا کی زینت ضرور بنایا۔ لیکن عالمی برادری نے بھارتی اقدامات اور مظالم کی روک تھام کے لیے کوئی خاص اقدامات نہ کیے۔ اقوام متحده نے بھی مساوائے تشویش کا اظہار کرنے کے بھارتی حکومت کو کشمیر میں مظالم روکانے میں کوئی کردار ادا نہ کیا۔ یوں بھارت بالاخوف کشمیریوں کا قتل عام کرنے لگا۔ لیکن پاکستانی قوم کی جانب سے آرٹیکل 370 کے خاتمے کے بھارتی اقدام پر شدید غم و غصہ پایا گیا۔ حکومت پاکستان نے بھی کشمیریوں کے ساتھ کھڑے رہنے کا واضح موقف اپنایا۔ ایک منٹ کی خاموشی اختیار کر کے احتجاج بھی کیا جاتا رہا سفارتی کوشش بھی تیز کی گئی اور کشمیریوں کے حق میں سیمینار کا اہتمام بھی کیا گیا۔ لیکن شہید ہونے والے کشمیریوں کی توقعات شائد اس سے بڑھ کر تھی۔ ہم نے پاکستان کے نئے نقشے میں بھارتی زیر انتظام کشمیر کو اپنا حصہ ظاہر کر کے بھارت کو ایک کڑا پیغام تودے دیا، مگر استھواب رائے والے مطالبے کا کیا ہو گا، کشمیری

کو نمایاں کرنے میں لگے ہیں اور دنیا کو یہ باور کرنے میں کامیاب ہو چکے ہیں کہ کشمیر استطاعت سے بڑھ کر کشمیریوں کی ہر فرم پر مدد کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن دنیا کی اکثر حکومتیں اپنی مخصوص ساخت کے باعث نالائق ہوتی ہیں۔ حکومتی نالائق کے نتائج خطرہ مول یا جارہا ہے۔ پچھلے سال پانچ اگست سے پہلے اقوام عالم کو بھارتی آئین میں کشمیر کی خصوصی حیثیت کا کوئی ادراک نہیں تھا۔ وہ بات ہے ہم سمجھائے نہ تھے تھے بھارتی وزیر اعظم مودی نے اسے بیک جنبش قلم پوری دنیا کو آنا فانا باور کر دیا۔ لوک سمجھا میں اپنی دو تہائی اکثریت کو استعمال کرتے ہوئے وزیر اعظم مودی نے آئیکل 370 کو ختم تو کر دیا لیکن زمینی حقائق کو تبدیل کرنے کی کوشش میں انہیں ناکامی ہوئی۔ پوری دنیا نے دیکھا کہ پوری کشمیر وادی ایک بڑی بے رحمانہ جیل میں تبدیل کر دی گئی اور ایک سال سے زیادہ عرصہ گز رجانے کے باوجود مظلوم کشمیری مسلسل حالت قید میں ہیں۔ اٹھر نیٹ کے بغیر زندہ نہ رہنے کی عادی دنیا کے لیے یہ ایک عجیب و غریب واقعہ ہے، عالمی تجارتی کمپنیوں کو اس مطلق العنوان رجنان پر تشویش ہے۔ اگر یہ بات آگے بڑھی تو عالمی کامرس کا کیا ہوگا۔ غرض یہ کہ اقوام متحده میں اسے تمام کواب کشمیر مسئلے کے حوالے سے کئی تشویشاں امکانات کا سامنا ہے۔ عالمی شور پر مسئلے کشمیر اور وہاں جاری مظالم کا عکس مذید گھرا کرنے میں مودی کے ایک اور تنگ حلتوں سے بات چیت میں ہمیں کافی وضاحت کرنی پڑتی ہے کہ کشمیر متازع ہے یا نظر اور متعصبانہ فیصلے نے اور اہم کردار ادا کیا۔ ٹھیک ایک سال بعد اس سال پانچ آگست کو بھارتی وزیر اعظم کا صرف اپنی تعظیم اور تقاضہ کرنے والوں کو خوش کرنے کے لیے تاریخی حقائق کو جھٹاتے ہوئے بابری مسجد کے مقام پر رام مندر کا سانگ بنیاد رکھنے کے اقدام نے ایک بار پھر عالمی بالخصوص امریکی میڈیا میں بچپل چاہی۔ دنیا کے نامی گرامی اخبارات، اور ٹی وی چینیز نے اس افسوسناک واقعہ کو بھارتی جمہوریت اور سلامتی کے لیے بہت بڑا خطرہ قرار دیا۔

سردار نزاکت علی (رہنماء، پاکستان پبلیز پارٹی)

اگست کے بعد ریاست جموں کشمیر کے اندر ظلم و ستم اور بربریت کا بازار گرم ہے اس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ بی جے پی کی حکومت نے آئیکل 351ے اور 380 ختم کر کے کشمیر کو تقسیم کرنے کی سازش کی اس میں پوری دنیا کے رہنے والے لوگوں نے کشمیریوں کے لیے آواز بلند کی پاکستان کے چاروں صوبوں ملکت بلستان اور آزاد کشمیر کے لوگوں نے بھرپور آواز اٹھائی اور اپنی حکومت کو یہ مینڈیٹ دیا کہ پوری دنیا میں کشمیریوں کے لیے لا بگ کریں لیکن پاکستان کی حکومت مکمل طور پر ناکام ہوئی ہے۔ وزیر اعظم پاکستان کی 27 اکتوبر کی تقریر کے بعد مجرمانہ خاموشی پر کشمیر کے لوگ سوال اٹھاتے ہیں جب ہندوستان کے اندر ایکشن ہو رہا تھا بی جے پی کے ایکشن منشور میں تھا کہ ہم کشمیر کے اپنیں سٹیش کو ختم کریں گے لیکن بدقتی سے پاکستان کا وزیر اعظم کہہ رہا تھا کہ

کو نمایاں کرنے میں لگے ہیں اور دنیا کو یہ باور کرنے میں کامیاب ہو چکے ہیں کہ کشمیر ایک ایسا انسانی مسئلہ ہے جسے مزید نظر انداز کر کے ایک بہت خوفناک انسانی تباہی کا خطرہ مول یا جارہا ہے۔ پچھلے سال پانچ اگست سے پہلے اقوام عالم کو بھارتی آئین میں کشمیر کی خصوصی حیثیت کا کوئی ادراک نہیں تھا۔ وہ بات ہے ہم سمجھائے نہ تھے تھے بھارتی وزیر اعظم مودی نے اسے بیک جنبش قلم پوری دنیا کو آنا فانا باور کر دیا۔ لوک سمجھا میں اپنی دو تہائی اکثریت کو استعمال کرتے ہوئے وزیر اعظم مودی نے آئیکل 370 کو ختم تو کر دیا لیکن زمینی حقائق کو تبدیل کرنے کی کوشش میں انہیں ناکامی ہوئی۔ پوری دنیا نے دیکھا کہ پوری کشمیر وادی ایک بڑی بے رحمانہ جیل میں تبدیل کر دی گئی اور ایک سال سے زیادہ عرصہ گز رجانے کے باوجود مظلوم کشمیری مسلسل حالت قید میں ہیں۔ اٹھر نیٹ کے بغیر زندہ نہ رہنے کی عادی دنیا کے لیے یہ ایک عجیب و غریب واقعہ ہے، عالمی تجارتی کمپنیوں کو اس مطلق العنوان رجنان پر تشویش ہے۔ اگر یہ بات آگے بڑھی تو عالمی کامرس کا کیا ہوگا۔ غرض یہ کہ اقوام متحده میں اسے تمام کواب کشمیر مسئلے کے حوالے سے کئی تشویشاں امکانات کا سامنا ہے۔ عالمی شور پر مسئلے کشمیر اور وہاں جاری مظالم کا عکس مذید گھرا کرنے میں مودی کے ایک اور تنگ حلتوں سے بات چیت میں ہمیں کافی وضاحت کرنی پڑتی ہے کہ کشمیر متازع ہے یا پاکستان کا حصہ؟ اقوام متحده کی قراردادوں کے مطابق اسکا فیصلہ کشمیری کریں گے یا آپکے وزیر اعظم نے یہ فیصلہ کر چھوڑا ہے۔ عوامل کچھ بھی ہوں۔ یہ طے ہے کہ بھارت کشمیر کوچک ہے، اس کی روح کو گوا بیٹھا ہے، جغرافیائی قبضہ اس وقت تک رہے گا جب تک اس کے اپنے اعصاب جواب نہیں دیتے، لیکن یہ اگر مگر کامعاہلہ نہیں رہا یہ صرف صحیح وقت کا سوال ہے۔

بھارتی مسلمانوں اور ہندوؤں کی کئی تنظیموں نے امریکی حکام سے اور سیاستدانوں سے اپنے احتجاج ریکارڈ کرائے۔ یعنی آپ وزیر اعظم مودی کی احتجانہ پالیسیوں کا اثر ملاحظہ فرمائیں کہ انہوں نے بابری مسجد اور رام مندر کے تازع کو بھی کشمیر سے جوڑ دیا۔ پانچ اگست کو بابری مسجد کی جگہ رام مندر بنانے کا سانگ بنیاد رکھنے کا جہاں جہاں ذکر ہوا وہاں کشمیر مسئلے کو بھی پوری وضاحت سے بیان کیا گیا۔ لہذا یہ کہنا بجا ہوگا کہ کشمیر مسئلے پر جانکاری کی موجودہ جاری عالمی لہر میں مودی حکومت کی ناقص اور کم نظر پالیسیوں کا بہت بڑا حصہ ہے۔ ہمیں ان بھارتی (ہندو، مسلمان، سکھ، مسیح) نژاد مغربی صحافیوں اور رسول سوسائٹی کے کردار کو سراہنا ہوگا جنہوں نے اس سنگین انسانی مسئلے کو اجاگر کرنے میں اپنی سطح پر اہم کردار ادا کیا۔ اس میں کوئی تجھ نہیں کہ پاکستانیوں کی قربانیاں کشمیر کے مسئلے کو زندہ رکھے ہوئے ہے۔ پاکستان نے اپنے وسائل اور



Free Retest Within 10 Days

ALL MAKES & MODELS

- ACCIDENT REPAIRS
- ELECTRICAL
- TYRES
- WELDING
- SERVICING
- CLUTCHES
- BRAKES
- EXHAUSTS

FULL SERVICE FROM £59.99

+ PARTS + VAT

- State of the art computer diagnostics
- Trade Contract welcome
- Possible collection & delivery within 2 miles radius



Tel: 020 8542 3269 020 8417 0088

کی جانب سے

تمام قارئین کو دل کی گہرائیوں سے

لہوں
لندن
لندن
لندن

عید مبارک

Eid Mubarak



مودی الیکشن جیتے گا تو مسئلہ کشمیر حل ہوگا جس طرح پاکستان کے لوگوں نے کشمیریوں کے لیے آواز اٹھائی اس پر پورے اہل کشمیر پاکستانی عوام کے شکر گزار ہیں لیکن ایسا لگتا ہے کہ عوام کی کشمیر کے حوالے سے سوچ ایک طرف ہے اور حکومت کی سوچ ایک طرف ہے۔ ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑے گا پاکستان کی خارجہ پالیسی مکمل طور پر ناکام ہوئی ہے، آج کشمیر کے لوگ سوال پوچھ رہے ہیں کہ ایسٹ کا جواب پتھر سے کب دیں گے؟ کیا پاکستان کے موجودہ حکمران آخری کشمیری کے مرنے کا انتظار کر رہے ہیں؟ بھارت پوری دنیا کو یہ باور کرانے میں مکمل طور پر کامیاب ہوا ہے کہ کشمیر بھارت کا حصہ ہے اور کشمیر کی جو آزادی کی تحریک ہے وہ دراصل ایک دہشت گرد تحریک تھی، بدستی سے ہمارے حکمران اپنا سچ پوری دنیا کو نہیں بتا سکے جب کہ ہندوستان نے اپنا جھوٹ بتا کر پوری دنیا میں لانگ کرنے میں کامیاب ہوا ہے۔ پاکستان کے تمام الیکٹرونکس پرنٹ اور سوچل میڈیا نے بھر پور کردار ادا کیا ہے۔

پاکستان کی خارجہ پالیسی ناکامی کی سب سے بڑی وجہ یہ یہ ہے پاکستان کے اندر گذگور نہ نام کی کوئی چیز نہیں ہے پاکستان کی موجودہ حکومت کے رویے کی وجہ سے کشمیر سمیت بہت سارے ایشوز پر پاکستان کی بڑی سیاسی جماعتوں کی قیادت تقسیم نظر آتی ہے، آج پاکستان کے اندر ایسی لیڈر شپ کی ضرورت ہے جس طرح ذوالفقار علی بھٹو تھے جنہوں نے کہا تھا کہ ہم کشمیریوں کے لیے ہزار سال تک جنگ لڑیں گے جب محترمہ پینظیر بھٹو شہید وزیر اعظم بننے کے بعد پہلی دفعہ مظفر آباد آئی تھیں تو محترمہ بنے نظیر بھٹو نے کہا کہ جہاں کشمیریوں کا پسینہ گرے گا وہاں پاکستان والوں کا لہو بہے گا کشمیر والوں کو اس طرح کی کمٹیت والے حکمران کی ضرورت ہے ماضی کی حکومتوں میں سریگر۔ جموں سمیت پورے مقبوضہ کشمیر کی بات ہوتی تھی کہ ہم مقبوضہ کشمیر کو آزاد کروائیں گے جبکہ موجودہ حکومت مظفر آباد کو بچانے کی بات کر رہی ہے پاکستان کے ہر مکاتب فکر کے لوگوں کو آگے آنا ہوگا اور اپنی حکومت کو یہ باور کرنا ہو گا کہ پاکستان کے لوگ کسی صورت تقسیم کشمیر کو قبول نہیں کریں گے اس کے علاوہ کشمیر کے مسئلے کو اجاگر کرنے کے لیے اور کسی طرح کے بھی مذاکرات میں کشمیری قیادت کی شمولیت ناگزیر ہے مقبوضہ کشمیر اور آزاد کشمیر کی قیادت جس طرح پوری دنیا کو اپنا کیس پیش کر سکتے ہیں اس طرح پاکستان کے وزیر خارجہ نہیں کر سکتے لہذا اسکی طرح کی بھی فیصلہ سازی میں پاکستان کی حکومت کو کشمیری قیادت کو شامل کرنا پڑے گا۔





معاشی ترقی کے لئے مذہبی انتہا پسندی ترک کرنا ہوگی

تحریر: سید مجاهد علی

علیحدہ کر کے ایک آزمودہ پیکر شوکت ترین کو وزیر خزانہ بنایا گیا ہے۔ ان کا منصوبہ ہے کہ کسی بھی طرح ملک میں ترقیاتی فنڈ فراہم کئے جائیں تاکہ معیشت میں کچھ حرکت پیدا ہو اور سادا بازاری کی کیفیت ختم ہو سکے۔ اب تحریک انصاف کی حکومت ملکی معاشی 'اصلاح' کے ایجاد نے پر عمل کرنے کی بجائے معیشت کے انتظامی ایجاد نے پر عمل کرنا چاہتی ہے یعنی کسی بھی طرح معیشت میں کوئی رونق لگائی جائے، کیسے بھی زیادہ سے زیادہ لوگوں کو روزگار دینے کے موقع فراہم ہوں اور قیمتیوں کو ایک خاص حد میں رکھا جائے۔ اس مقصد کے لئے ہی نے وزیر خزانہ کی سربراہی میں حکومت نے یہ امید بھی باندھی ہے کہ علمی ماہیاتی ادارے کے ساتھ بھلی کے نزخوں میں اضافہ کا جو معاہدہ کیا گیا ہے، اسے تبدیل کروایا جاسکے تاکہ حکومت یہ اعلان کر سکے کہ اس نے عوام کو کتنا بڑا اور برآمدات سے ہونے والی آمدنی کو استعمال کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑے ریلیف دیا ہے۔

آمدنی کے بغیر اخراجات کے منصوبے بنا کر کسی معیشت کو اپنے پاؤں پر کھڑا نہیں کیا جاسکتا۔ شوکت ترین کی سربراہی میں جو اشاریے حکومت کی طرف سے موصول ہو رہے ہیں، ان سے یہی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اب معیشت کی گاڑی کھینچنے کے لئے پرانے ہتھیارے اختیار کئے جائیں گے تاکہ کسی بھی طرح آمیدہ انتخابات سے پہلے عوام یہ محسوس کر سکیں کہ حکومتی اصلاحات کی وجہ سے قیمتیں بھی کم ہو رہی ہیں اور نزخوں میں اضافہ بھی کنٹرول کیا گیا ہے۔ کوئی یہ سوال نہیں اٹھائے گا کہ اس اصراف کی قیمت تو بالآخر ملک اور عوام کو ہی ادا کرنا پڑے گی۔ جب بھلی

پیداواری لاگت سے کم قیمت پر فراہم ہوگی تو اس فرق کو حکومت ہی مالی معاونت سے پورا کرے گی۔ اس طرح ملک کے قرض میں اضافہ ہو گا اور مستقبل میں معاشی اصلاحات کا کام اتنا ہی مشکل ہو جائے گا۔ انتظامی کامیابی کے نقطہ نظر سے حالات کو پر کھنے والی حکومت اس کے علاوہ کچھ اور کر بھی نہیں سکتی۔ قباحت البتہ یہ ہے کہ معاشی چلن کا ڈھنگ بد لئے کے باوجود نئے وزیر خزانہ کے پاس کوئی جادو کی چھڑی نہیں ہے کہ وہ بائیکیں کروڑ لوگوں کے ملک کی ضروریات کو آمدنی و پیداوار میں اضافہ کے بغیر پورا کر سکیں۔ اسی لئے انہوں نے وزیر اعظم کے ساتھ ملاقاتوں میں جس بنیادی نکتہ پر اصرار کیا ہے وہ ملکی پیداواری صلاحیت میں سات آٹھ فیصد سالانہ اضافہ کا مشورہ ہے۔ اس وقت قومی پیداوار کے اشاریے منفی

ہمارے وزیر اعظم بھی مزے کے آدمی ہیں۔ حالات کیسے ہی ہوں انہوں نے چند موضوعات اور تقریبیں از بر کی ہوئی ہیں۔ موقع بے موقع انہیں دھرا کر اہل طن کو محظوظ ہونے کا موقع دیتے رہتے ہیں۔ ایک طرف کورونا کی بگزتی ہوئی صورت حال پر قابو پانے کے لئے فوج طلب کی گئی ہے تو دوسری طرف عمران خان نے قوم کو خبر دی ہے کہ سیاحت سے ہونے والی آمدنی سے اس کے دل در دور ہونے کا وقت قریب آگیا ہے۔ مری میں کوہ سار یونیورسٹی کی افتتاحی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے وزیر اعظم نے بتایا کہ پاکستان کو درست طریق سے متعارف کروادیا گیا اور طبی سہولتیں وغیرہ فراہم ہو گئیں تو سیاحت سے اتنی آمدنی ہو گی کہ بیرونی قرضے اتارنے کے لئے بیرون ملک مقیم پاکستانیوں کی تسلیمات اور برآمدات سے ہونے والی آمدنی کو استعمال کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑے

آمدنی کے پاس سیاحت سے حاصل ہونے والی اتنی دولت ہو گی کہ غیر ملکی قرضے تو اسی سے اتر جائیں گے۔ وزیر اعظم نے کہا کہ اب پاکستان بد لئے والا ہے اور یہ سارے علاقے ترقی کریں گے کیونکہ ہماری سیاحت ہر سال دو گنی ہو رہی ہے۔ ابھی بیرون ملک سے لوگ نہیں آ رہے بلکہ اندر سے ہی سیاحت بڑھتی جا رہی ہے۔ اس کی بڑی وجہ موبائل فون ہیں کیونکہ جو بھی گھومنے جاتا ہے، وہ موبائل سے تصویر لے لیتا ہے اور فیس بک پر لگاتا ہے۔ لوگ اسے دیکھ کروہاں پہنچ جاتے ہیں۔

اس سادہ بیانی پر لوگ قربان نہ جائیں تو کیا کریں۔ مشکل اور چلک مسائل وزیر اعظم کے ایک بیان کی مار ہیں۔ مسئلہ صرف یہ ہے کہ باتیں بنانے اور خواب دیکھنے سے عوام کی مشکلات حل نہیں ہوتیں۔ اس کے لئے جس منصوبہ بندی اور حوصلہ مندی کی ضرورت ہے، وہ موجودہ حکومت کے کسی عمل سے ظاہر نہیں ہوتی۔ پہلے اڑھائی برس اس امید پر بچت کی معیشت متعارف کروائی گئی کہ اس طرح حالات بہتر ہو جائیں گے۔ ملک میں دیانت دار وزیر اعظم کی وجہ سے لوگ نیکس دینے کے لئے قطاریں بنانا شروع کر دیں گے اور اتنے وسائل دستیاب ہوں گے کہ قرض داروں کی قسطیں دینے کے بعد بھی لوگوں کی تعلیم اور صحت کے لئے وسائل میسر ہوں گے۔

خوابوں کی دنیا جب حقیقی بنتی دکھائی نہ دی تو یہ بعد دیگرے خزانہ کے دو وزیروں کو

تحریک انصاف کی حکومت نے جو خود کریں کھائی ہیں اور دیکھئے اور ان دیکھے دباؤ سمت میں ہیں، انہیں تبدیل کرنے کے لئے کثیر سرمایہ کاری، صنعتوں کو فری بینڈ دینے اور نیکس وصولی میں مزید نری دکھانے کی ضرورت ہوگی۔ ملک میں سرمایہ کاری نہ ہونے کے برابر ہے۔ بیرونی سرمایہ کاری میں کمی کی خبریں سامنے آتی رہتی ہیں۔ تحریک انصاف کی حکومت نے بیرونی سرمایہ کاری کے سب سے بڑے منصوبے پاک چین معاشری راہداری یقینی سی پیک کے بارے میں بے یقینی پیدا کر کے بیرونی سرمایہ کا ایک یقینی راستہ بھی روکا ہوا ہے۔ چینی کمپنیاں حکومت کی طرف سے طے شدہ امور کو قبول کرنے سے انکار پر اس وقت تک مزید سرمایہ کاری سے گریز کر رہی ہیں جب تک انہیں یہ یقین نہ ہو جائے کہ پاکستان کی ہر حکومت دو طرفہ طور سے طے ہونے والے معاهدوں کا احترام کرے گی۔ تحریک انصاف کی حکومت کے ساتھ ہونے والے تجربے کے بعد سی پیک سرمایہ کاری کا ہر منصوبہ تک و شبہ کا شکار رہے گا بلکہ چین کے ساتھ پاکستان کے تعلقات میں بھی غیر ضروری پیچیدگیاں پیدا ہوں گی۔ واضح ہونا چاہئے کہ پاکستان اس وقت جن معاشری اور سفارتی حالات کا سامنا کر رہا ہے، ان میں وہ چینی جیسے ملک کے ساتھ تعلقات میں دراز کا متحمل نہیں ہو سکتا۔

پاکستان کا مقابلہ سوٹر لینڈ سے کرنا اور بتانا کہ اس چھوٹے سے ملک نے صرف سیاحت کو سائنس بنانا کر خوشحالی حاصل کر لی تو ہم کیوں ایسا نہیں کر سکتے۔ یہ دعویٰ مانہنا کرنے سے پہلے یہ بھی دیکھ لینا چاہئے کہ اس ملک کی آبادی 85 لاکھ ہے اور پاکستان

22 کروڑ آبادی کا ملک ہے جو درجنوں غیر ضروری تنازعات کا شکار ہے۔ جہاں مذہب کو نعرہ بنانا کر اصلاح کے ہر امکان کو ختم کر دیا جاتا ہے۔ کوہسار یونیورسٹی کی افتتاحی تقریب میں بھی عمران خان نے یہی کوشش کی ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ آج اگر غیر مسلم ملک ہم سے آگے نکل گئے ہیں تو اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے وہ کام کیے اور ان اصولوں کو اپنایا جو مذہب کی ریاست کے اصول تھے۔ جو بھی قوم ان اصولوں پر چلے گی وہ ترقی کرے گی۔ حالانکہ یہ نعرہ اب پٹ پکا ہے کہ ترقی یافتہ دنیا نے اسلام کے سنبھرے اصولوں کو اپنایا کر خوشحالی حاصل کی ہے۔ مسلمانوں کا صدیوں پر پھیلا زوال اور ہریست بجائے خود نشان عبرت ہے جس سے کوئی سبق کیخنے کی کوشش نہیں کی جاتی۔

یونیورسٹی کی مذہب سے جذبہاتی وابستگی کی وجہ سے لگایا جاتا ہے ورنہ عمران خان نے تاریخ کے ماہر ہیں اور نہ معاشری ترقی کے رموز سے آگاہ ہیں۔ اس قسم کی نعرہ بازی نے پاکستان کو مذہبی انتہا پسندی کی ایسی ولدی کی طرف دھکیل دیا ہے جس سے باہر نکلنے کا کوئی راستہ دکھائی نہیں دیتا۔ اس کے باوجود ملک کا وزیر اعظم مقبولیت پسندی کا یہ استاد چوریں بیچنے سے باز نہیں آتا۔ ایسے میں سیاحت کے فروغ اور معاشری ترقی کا خواب دیوانے کی بڑے سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔

تحریک انصاف کی حکومت کے گھنٹے نیکنے کو ترجیح دی ہے، اس سے موجودہ حکومت کا اعتبار محروم ہے اور نیکس وصولی میں مزید نری دکھانے کی ضرورت ہوگی۔ ملک میں سرمایہ کاری نہ ہونے کے برابر ہے۔ بیرونی سرمایہ کاری میں کمی کی خبریں سامنے آتی رہتی ہیں۔ تحریک انصاف کی حکومت نے بیرونی سرمایہ کاری کے سب سے بڑے منصوبے پاک چین معاشری راہداری یقینی سی پیک کے بارے میں بے یقینی پیدا کر کے بیرونی سرمایہ کا ایک یقینی راستہ بھی روکا ہوا ہے۔ چینی کمپنیاں حکومت کی طرف سے طے شدہ امور کو قبول کرنے سے انکار پر اس وقت تک مزید سرمایہ کاری سے گریز کر رہی ہیں جب تک انہیں یہ یقین نہ ہو جائے کہ پاکستان کی ہر حکومت دو طرفہ طور سے طے ہونے والے معاهدوں کا احترام کرے گی۔ تحریک انصاف کی حکومت کے ساتھ ہونے والے تجربے کے بعد سی پیک سرمایہ کاری کا ہر منصوبہ تک و شبہ کا شکار رہے گا بلکہ چین کے ساتھ پاکستان کے تعلقات میں بھی غیر ضروری پیچیدگیاں پیدا ہوں گی۔ واضح ہونا چاہئے کہ پاکستان اس وقت جن معاشری اور سفارتی حالات کا سامنا کر رہا ہے، ان میں وہ چینی جیسے ملک کے ساتھ تعلقات میں دراز کا متحمل نہیں ہو سکتا۔

وزیر اعظم ایک طرف سیاحت کے ذریعے ملکی معاشری اصلاح کی خوشخبری دے رہے ہیں تو دوسری طرف نوجوانوں کے لئے قرضوں کے ایک منصوبہ کی تقریب میں انہوں نے ملک سے غربت کے خاتمہ کو اپنا بنا یادی مقصد بھی قرار دیا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ تحریک انصاف اپنے پچھیں سال پورے کرنے والی ہے۔ ہماری حکومت اپنے دور میں اگر ملک سے غربت ختم کرنے میں کامیاب ہو گئی تو یہ پارٹی کی سلوو جوبلی پر بہت بڑا تخفہ ہو گا۔ لیکن ان کی حکومت دیگر ٹھوکریں کھانے کے علاوہ مسلسل خیراتی منصوبوں کو فلاحی پروگرام قرار دے کر اسے حکومت کی کامیابی قرار دیتی ہے۔ ایسی محدود سوچ رکھنے والی قیادت کوئی وسیع المدت منصوبہ بنانے اور اس کے نتائج کا انتظار کرنے کا حوصلہ نہیں کر سکتی۔ عمران خان پونک کر کٹ کی زبان میں بات کرتے ہیں تو انہیں جاننا چاہئے کہ معاشری اصلاح اور ایک سوارب ڈالر سے زیادہ اور مسلسل بڑھتا ہوا غیر ملکی قرض کی ادائیگی کسی ٹینی 20، یعنی کی طرز پر ممکن نہیں ہے۔ اس کے لئے ٹینیس یعنی کھیلنے کا حوصلہ اور کسی باولر کے عظیم صبر کی ضرورت ہو گی جو ایک دو بالوں پر لگنے والی باونڈر ریز سے گھبرا کر مسلسل لوز باولنگ نہ شروع کر دے۔ عمران خان فاسٹ باولر ضرور رہے ہیں لیکن انہیں جاننا چاہئے کہ ملکی معاملات فاسٹ باولنگ کی جاریت کے متحمل نہیں ہوتے۔ حال ہی میں تحریک لیبک کے ساتھ معاملات کرتے ہوئے وزیر اعظم اور



دینی مواد اسلامیات تک محدود کرنے پر اعتراض کیوں؟

تحریر: محمد بلاں غوری

پشاور کا "آل سینٹ چرچ" 22 ستمبر 2013ء کو خودکش حملے سے لرز آئیا۔ دو خودکش بمباروں نے عبادت میں صرف پاکستانیوں کے چھڑے اڑا کر رکھ دیے۔ اس پر اچانک ہنگامہ کھڑا کر دیا گیا ہے۔ نہایت محترم صحافی انصار عباسی صاحب نے اس حوالے سے کالم لکھا جس کے بعد مذہبی جماعتیں اٹھ کھڑی ہو گئیں۔ اس کمیشن نے ممینہ طور پر پنجاب تیکٹ بک بورڈ کو ہدایت کی ہے کہ تمام شہریوں کے لئے یکساں نصاب تشکیل دینے کی خاطر اردو، انگریزی، معلومات عامہ اور دیگر مضامین کی کتب سے جو، نعت اور اس طرز کے دیگر اسلامی مضامین کو حذف کر کے اسلامیات کے مضمون تک محدود کر دیا جائے کیونکہ یکساں قومی نصاب میں شامل یہ مذہبی تعلیمات اقیتی طلبہ کو پڑھنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔

میں یہ بات سمجھنے سے قاصر ہوں کہ تاریخ، طبیعت، کیمیئری، حیاتیات، اردو، انگریزی یا اس نوعیت کے دیگر مضامین اسلامی یا غیر اسلامی کیسے ہو سکتے ہیں؟ ان میں اور اقیتوں کی عبادت گاہوں کے تحفظ کے لئے ایک مخصوص پولیس فورس تشکیل دیے جانے کے علاوہ بیشمار احکامات صادر کئے گئے مگر بر سہار برس گزرنے کے باوجود اس فیصلے پر عملدرآمنہیں کیا جاسکا۔ چند ماہ قبل جمیں (ر) تصدق جیلانی کے گھر ہونے والی گفتگو کے دوران اس فیصلے کا ذکر ہوا تو سابق چیف جمیں نے تاسف کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ میں یہ فیصلہ پشاور کے اس چرچ میں جا کر ستانہ چاہتا تھا جہاں حملہ ہوا کیونکہ اس کی اپنی علمتی اہمیت ہوتی تھی اسی کا سیکورٹی خدمات کی وجہ سے ایسا ممکن نہیں۔ جمیں (ر) تصدق جیلانی نے پچھتاوے کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ انہیں سیکورٹی خدمات کو نظر انداز کر کے پشاور چرچ جانا چاہئے تھا۔ 2019ء کے آغاز میں پریم کورٹ نے اس معاملے پر ایک بار پھر از خودنوش لیا اور حکومت سے وضاحت طلب کی کہ 19 جون 2014ء کے فیصلے پر عملدرآمد کیوں نہیں کیا گیا؟ چیف جمیں گلزار احمد کی سربراہی میں 3 رکنی نئی نے اس معاملے کی سماut کرتے ہوئے دیانت داری کے حوالے سے مشہور ہیرو و کریٹ ڈاکٹر شعیب سڈل کی سربراہی میں یک رکنی اقیتی کمیشن تشکیل دیا اور 4 رکنی کمیٹی بنائی گئی جس میں جمیں (ر) تصدق جیلانی کے صاحبزادے شاق جیلانی ایڈو و کیٹ بھی شامل ہیں۔ حکومت نے عدالت سے تعاوون کرنے کے بجائے از خود اقیتی کمیشن کی تشکیل نو کر دی اور تحریک انصاف سندھ کے عہدیدار چیلارام کیولانی جو ہندو کوئی سبق سربراہ بھی ہیں، انہیں اقیتی کمیشن کا چیزیں میں تعلیمات کر دیا۔

نہیں سمجھنے والا۔

شیعیب سڈل کی سربراہی میں کام کر رہا یک رکنی اقیتی کمیشن عدالتی سرپرستی کی وجہ سے ابھی تک کام کر رہا ہے اور اقیتوں کے مسائل سے متعلق کئی رپورٹیں پریم کورٹ





آخر ہندو لڑکیاں، ہی کیوں مسلمان ہوتی ہیں؟

تحریر: چاندیونور عزیز

تحریر سے آکر کراچی میں ایک ملٹی نیشنل ادارے میں کام کرنے والے زیندر کمار پرمار کا کہنا ہے کہ "یہ قربانی مسلمان لڑکیاں یا لڑکی بھی دے سکتے ہیں، مگر شاید اسلام میں داخل ہونے والے دروازے کو انٹر لاک لگا ہوا ہے، جس میں اندر داخل تو ہوا جاسکتا ہے، مگر واپس نہیں لکھا جاسکتا۔ اس لئے عشق کا امتحان صرف ہندو لڑکی کو ہی پاس کرنا پڑتا ہے۔" یاد رہے کہ لازکانہ کی آرتی بائی کے انغوا ہونے کی خبروں کے بعد جب پورے معاملے کو کھنگالا گیا تو پتا چلا کہ "آرتی کو انغوانہیں کیا گیا، بلکہ اس کو بھنگایا گیا ہے، ممکن ہے ورغا کر بھنگایا گیا ہو، بعد میں مجبور ہو گئی ہو کہ اب تو واپسی کے راستے بھی بند ہو گئے ہیں، ایسی لڑکیاں اگر میاں مٹھو جیسے لوگوں سے نجی جائیں تو دارالامان کے نظر ہو جاتی ہیں۔ جو بھی کوئی اچھی جگہ نہیں سمجھی جاتی۔ سندھ کی سول سو سائی کی طاقتور آواز اور ہندو کمیونٹی میں بہت زیادہ اثر رکھنے والی ایڈ وکیٹ کلنادیوی کا کہنا ہے کہ "لازکانہ کا ہندو وقت شاید اپیانہ کر پائیں، کیونکہ مذہب تبدیلی کی شرط مسلمانوں کی پاس ہے، ہندو کے پاس نہیں، مگر یہ یک طرفہ تریف اس وقت سندھی سماج کو بہت نقصان پہنچا رہی ہے۔"

سندھی اخبار عوامی آواز کے سینئر صحافی دوست حفظ چنہ نے اس سلسلے میں ایک دلچسپ قصہ سناتے ہیں کہ "ادوبشہر کے ایک ہمارے قوم پرست کا مریڈ دوست کو ساتھ پڑھنے والی ایک ہندو لڑکی سے عشق ہو گیا، دونوں قوم پرست پارٹی کی رکن اور نہایت آزاد خیال نوجوان تھے، اور سچ بات ہے کہ دونوں بغیر مذہب تبدیل کیے آپس میں شادی کرنا چاہتے تھے اور اپنے اپنے مذاہب پر رہتے ہوئے ساری عمر ایک ساتھ گزارنے کے لیے تیار بھی تھے۔ مسلمان لڑکا اپنے گھروں کو اس بات پر راضی کرتا رہا کہ وہ ہندو لڑکی سے محبت کرتا ہے اس لئے اس کو اس کے دھرم سمیت قبول کرتا ہے۔

جب علاقے کے مولوی صاحب نے فتویٰ دیا کہ وہ لڑکا کا مذہب تبدیل کیے بغیر اس سے شادی نہیں کر سکتا تو اس کا خود ہندو فیملی کے پاس گیا اور کھل کر بات کی کہ وہ اس فتویٰ کے باوجود لڑکی کا دھرم تبدیل نہیں کرے گا، اور اگر آپ پھر بھی اپنی بیٹی کے مستقبل کے بارے میں فکر مند ہیں تو اب کے بار میں اپنا مذہب اسلام تبدیل کر کے ہندو بننے کے لئے تیار ہوں، آپ اپنے پنڈت اور مہاراج سے پتا کریں کی کیا یہ ممکن ہے اور کیسے ممکن ہے۔"

دو دن کے غور و خوض کے بعد ہندو پنچایت یا لڑکی کے خاندان والوں نے کامریڈ کو بلا کر بتایا کہ "آپ اور ہم پاکستان میں رہتے ہیں کوئی امریکہ یا یورپ میں نہیں، اس لئے

لکپنادیوی کا کہنا ہے کہ اس پورے کیس میں دلچسپ بات یہ ہے کہ سامنے مسلمان لڑکا بھی لازکانہ شہر کا نہیں بلکہ کراچی شہر کا اردو اسپیکنگ تھا، جس کو پہلے تو ہندو لڑکی کی عورت پر ہاتھ ڈالنے والا یا تونلی طور پر سندھی نہیں ہو گایا پھر دھرتی کا حالی بینا نہیں ہو گا۔" کلنادیوی کو یقین ہے کہ "آرتی بائی نے خود گھر سے بھاگ کر شادی کرنا چاہی ہے، اور شادی کرنے کے لئے اس کے پاس سب سے مشکل امتحان مذہب کی تبدیلی کا تھا، جس پر بھی وہ راضی ہو گئی۔"

لکپنادیوی کا کہنا ہے کہ اس پورے کیس میں دلچسپ بات یہ ہے کہ سامنے مسلمان لڑکا بھی لازکانہ شہر کا نہیں بلکہ کراچی شہر کا اردو اسپیکنگ تھا، جس کو پہلے تو ہندو لڑکی مسلمان بنا کر جنت کمانے کا شوق چڑھا، مگر جب اس معاملے کی نزاکت کا پتہ چلا تو اس نے خود ہی ہاتھ کھڑے کر دیے۔ ہاں اگر اس جگہ پر کوئی کراچی شہر کا ہی سندھی اسپیکنگ لڑکا ہوتا تو پہلے ہی آرتی کو واپس رشتے داروں کے حوالے کرتا یا پھر شادی کر کے اسٹینڈ لیتا، اور ساتھ ہی کسی درگاہ کو بیچ میں لے آتا۔ ایڈ وکیٹ کلنادیوی کا کہنا ہے کہ "شادی ایک سماجی مسئلہ اور رسم ہے، جس کو مذہبی بنا کر الجھایا گیا ہے، امریکا، یورپ یہاں تک کہ بھارت میں ہندو مسلم جوڑوں کے درمیاں شادیاں ہو رہی ہیں، جس میں کسی کی مذہب تبدیل کرنے کی بھی شرط حاصل نہیں ہے، وہ سماج بہت ترقی یافت اور ہم سے بہت آگے نکل چکے ہیں۔ پاکستان سے باہر بھارت، یورپ اور امریکہ میں

اگر ہندو لڑکی مسلمان ہو گئی تو یہ صرف ہمارا سماجی نقصان ہو گا، اور اگر مسلمان لڑکا ہندو بن گیا تو نہ یہاں نہ وہ خود زندہ بچے گا اور نہ اس کا خاندان، ساتھ ساتھ ہندو خاندان کے لیے بھی عذاب شروع ہو جائے گا۔ ”لہذا اس عشق کو یادگار قصہ بنانا کر چھوڑ دیا گیا، اور یہ شادی نہ ہونے دی گئی۔ لڑکا اور لڑکی چونکہ لکھے پڑھے اور قوم پرست کا مرید تھے اس لئے بات کو سمجھ گئے، اس لئے گھروں سے بھاگ جانے یا کسی میاں مٹھو یا پیر سر ہندی کے ہتھے چڑھنے کے بجائے، آپس میں بھی جدائی تیار گئے کے لئے تیار ہو گئے۔

کوئی چیز حیران کرن ہوتی ہے۔

تعلیمی اداروں میں ہندو دھرم کی تعلیم نہیں ہوتی، اور ہندو علمدہ سے اپنے تعلیمی

ادارے یا مدرسہ اسٹائل مذہبی تعلیم کے ادارے بھی نہیں بناتے، اس لئے لڑکیاں اپنے

دھرم کی تعلیم سے بہرہ مند بھی نہیں ہو سکتی۔ مندرجہ بالا اور اس سے ملتے جلتے اور مسائل

بھی ایسے ہیں جو ہندو لڑکیوں کو مسلمان لڑکوں کے لیے آسان ہدف بنانے میں مددگار

ثابت ہوتے ہیں۔ یہ تو رہا تصور کا ایک رخ، دوسرا رخ ان مسلمان لڑکوں، درگا ہوں،

پیروں اور ربناوں کا ہے جو ہر وقت ہندو خاندانوں کو جان بوجہ کر تارگٹ بن کر ایسے

کہا مانتے ہیں۔ ہندو خاندان میں عورت کی اہمیت اور طاقت زیادہ ہے، اور وہ فیصلہ

کے ان پر قابض ہو جائیں۔ ایسے معاملات میں کچھ ایسے بھی کیسر سامنے آئے ہیں،

جن میں ہندو عورتوں کو بیک میں اور ہندو مردوں کو اغوا کر کے پیسے ثورے جاتے

ہیں۔ پاکستان بننے کی پوری تحریک میں ایسا کہیں بھی نہیں کہا اور لکھا گیا تھا تقسیم کے بعد

لوگوں کو بھی بھرت پر مجبور کیا جائے گا، سندھ تو ہزاروں سالوں سے ہندوؤں کا وطن رہا

اکثر ہندو خاندانوں میں بہن کی اتنی اہمیت ہے کہ تمام کمزور تایزادہ بہن، چچا زاد

بہن، ماموں زاد بہن، خالہ زاد بہن، پچھوچی زاد بہن حتیٰ کہ کچھ برادریوں میں تو

پوری گوت یا برادری کی لڑکیاں بھی اصل بہن کی طرح مانی جاتی ہیں، اور اس میں

یہ، صرف بھارت سے آئے مسلمانوں کو بسانے کے لئے دھرتی کے مالک ہندوؤں کو

صرف اس لئے وطن پدر کیا جانے لگا کہ ان کی ملکیتوں پر قبضہ کیا جائے۔ پھر ایسا ہوا کہ

جو نہیں جانا چاہتا تھا ان کو بھی وطن چھوڑنے پر مجبور کیا گیا۔

یہ ظلم اب بھی جاری ہے، اب بھی ہر سال کئی سندھی ہندو وطن چھوڑ کر بھارت چلے

جاتے ہیں، وہاں پران سے اور مظالم شروع ہو جاتے ہیں۔ بھارت جانے والے

ہندوؤں پر جاری مظالم پر پاکستان سرکار ضرور بولتی ہے مگر خداوس وطن میں ان پر جاری

سماجی اور درگاہی ظلم واستبداد پر ریاست کی خاموشی اچھی بات نہیں۔ سندھ کا دانشور طبقہ

اس بات کو سچ سمجھتا ہے کہ سندھ میں میاں مٹھو اور پیر سر ہندی اور ان جیسے اور مطاؤں کو

ریاستی اداروں نے خود ہی کھلی چھوٹ دی ہوئی ہے کہ وہ ہندو عورتوں کو زبردستی مسلمان

بھی کافی گھیرہ ہیں۔ ہندو لڑکیاں اپنی تمام رشتے دار لڑکوں سے اظہار محبت بھی نہیں کر

سکتیں، خیالی محبتیں پالتی ہیں، اس صورت میں پڑوس، شہر، کاس فیلوز اور دفتر کے

مسلمان دوست ان کے محبوب بن جاتے ہیں۔ تعلیمی اور سماجی اداروں میں کسی

مسلمان لڑکی کے بجائے ہندو لڑکی سے بات کرنا، قریب رہنا، مذاق کرنا، دوستی رکھنا،

مگر ان عام ہندو لڑکیوں کا کیا جائے جن کا صرف شادی لئے زبردستی مذہب تبدیل کیا جاتا ہے؟

اور کچھ ہندو لڑکیاں خود ہی گھر سے بھاگ کر آخر کیوں مسلمان لڑکوں سے شادی کر لیتی ہیں، اور خود ہی مذہب کی قربانی بھی دینے پر تیار ہو جاتی ہیں؟

مختلف نوعیت میں مختلف اور نہایت دلچسپ جوابات سامنے آتے ہیں۔ سندھ میں

مسلمانوں کے مقابلے میں ہندو اپنی بیٹیوں کو زیادہ لاڈ اور بیمار سے پالتے اور ان کا ہر

کارروائیاں کرتے ہیں، جس سے ہندو اپنی ملکیتیں چھوڑ کو چلے جائیں، اور وہ آسانی

کرنے کا اختیار بھی رکھتی ہے۔ ہندو خاندان اپنے لڑکیوں کو اعلیٰ تعلیم دیتے ہیں، سماجی

قدغنیں بہت کم ہیں، سماجی آزادی اور سوق کی آزادی ملی ہوئی ہوتی ہے۔ پردے کا

تصور نہ ہونے اور پارسگھار کی مکمل آزادی کی وجہ سے ہندو لڑکیاں سماج میں خاص اور

لکش گلتی ہیں، اور ذہنی طور پر زیادہ بالغ ہوتی ہیں۔

اکثر ہندو خاندانوں میں بہن کی اتنی اہمیت ہے کہ تمام کمزور تایزادہ بہن، چچا زاد

بہن، ماموں زاد بہن، خالہ زاد بہن، پچھوچی زاد بہن حتیٰ کہ کچھ برادریوں میں تو

پوری گوت یا برادری کی لڑکیاں بھی اصل بہن کی طرح مانی جاتی ہیں، اور اس میں

سے کسی سے بھی شادی نہیں ہو سکتی۔ ہندو شوہر کے لئے ایک بیوی کے ہوتے دوسری

شادی کرنا بھی ممکن نہیں۔ جبکہ عورت دھووا / بیوہ ہو جائے تو دوسری شادی بھی بہت

مشکل بلکہ ناممکن سمجھی جاتی ہے۔ ایک طرف اجتماعی طور پر لڑکی گھر کاشتی ہوتی ہے

دوسری طرف اس کی انفرادی طور پر ذاتی زندگی مشکل بھی گزار سکتی ہے۔ اکثر ہندو

خاندانوں میں زیادہ جیزیر کی شرط اور پھر تمام عمر پیسے اور سامان دینے والے معاملات

بھی کافی گھیرہ ہیں۔ ہندو لڑکیاں اپنی تمام رشتے دار لڑکوں سے اظہار محبت بھی نہیں کر

سکتیں، خیالی محبتیں پالتی ہیں، اس صورت میں پڑوس، شہر، کاس فیلوز اور دفتر کے

مسلمان دوست ان کے محبوب بن جاتے ہیں۔ تعلیمی اور سماجی اداروں میں کسی

مسلمان لڑکی کے بجائے ہندو لڑکی سے بات کرنا، قریب رہنا، مذاق کرنا، دوستی رکھنا،

قبول کرتا ہے جس کے لئے اس لڑکی نے گھر چھوڑا تھا۔ سرکاری اداروں میں کام کرنے والے اور ایسے واقعات پر کڑی نظر رکھنے والے ہندوافسر، وکیل، ڈاکٹر اور دانشور اس بات پر متفق ہیں کہ جس طرح پاکستان کے قانون کے مطابق کوئی بھی شہری 18 سال کی عمر کو پہنچنے سے پہلے شناختی کارڈ، ڈرائیونگ لائنس اور بینک اکاؤنٹ حاصل نہیں کر سکتا، اب تو شادی کی عمر بھی سنہ میں 18 سال متعین کی گئی ہے۔ جبکہ مذہب تبدیل کرنا ڈرائیونگ لائنس بنانے سے مکتر یا غیر اہم عمل تو ہو نہیں سکتا۔ مذہب چونکہ انسان کا بنیادی حق ہے اس لئے اگر وہ چاہتا ہے تو اسے تبدیل بھی کر سکتا ہے۔ مگر مذہب تبدیل کے عمل کی شفافیت کے لئے یہ بھی انتہائی ضروری ہے کہ روایتی درگاہی طریقے کے بجائے، سائنسی/جدید طریقہ مذہبی اقلیتوں کو مطمئن کر کے جلد از جلد راجح کیا جائے۔

بچپن سے مذہبی کتابیں پڑھنے کا شوق رکھنے والے ڈاکٹر جگدیش کمار کو اس بات پر غصہ ہے کہ کچھ شیم دانشوار اس عمل کو ہندوسماج کے اندر کی توزیع ہب اور ہندو روایات کے ساتھ نجھی کرنے کی سازش کر رہے ہیں، جبکہ ایسا بالکل نہیں ہے۔ ہندو ازم پوری دنیا میں کا سب سے آسان اور ستاریں مذہب ہے، جس میں روزانہ کی عبادت معاف بھی بہر حال فرد کو اپنی مرضی اور پسند کا مذہب یا مسلک رکھنے کی اجازت ہوئی چاہیے۔ اگر سرکار اور قانون اس سلسلے میں کوئی خاص طریقہ کار وضع نہیں کریں گے تو ہر درگاہ اور پنڈت ملاں اپنی حکومتیں قائم کر دیں گے۔ سنہ کے ہندو، مذہب تبدیلی سے متعلق بل سنہ آسمبلی میں دوبارہ پیش کیے جانے کے منتظر ہیں اور مذہب تبدیلی اور جرمی مذہب تبدیلی سے متعلق ایک بل قومی آسمبلی کی پارلیمانی کمیٹی سے واپس آسمبلی میں منظوری کے لئے پیش کرنے کے لئے ایک این اے لال مالی کوشش ہیں۔ سنہ اور وفاق میں اس متوقع قانون سازی سے پاکستانی مذہبی اقلیتوں کو بھی اطمینان ہو گا۔ اس قانون کی جرمی خلاف ورزی کو قبل سزا بنا نے سے مذہبی اقلیتوں کو تحفظ اور برابری کا احساس بھی ہو گا۔

ہندو ہب کی غواپر ان کا خیال تھا کہ ”چونکہ غوا کے تقریباً 100 فیصد واقعات میں ہندو ہب کیوں کو پہلے ہی پانچ دس دن غائب کیا جاتا ہے، ایسی مہم/مشکوک حرکت کو غوا سے کم جرم نہیں سمجھا جاسکتا۔ ایک ہفت بعد ہب کی گم ہونے کی ایف آئی آر دا خل ہوتے ہی کسی مدرسے یا درگاہ کی سند یا فتویٰ سامنے لا کر کہا جاتا ہے کہ ہب کی اپنی مرضی سے نکلی اس سے بڑا ظلم یہ ہوتا ہے کہ ڈاکٹر ہب کیوں کے نام بھی اسلام کی عظیم پاکباز عورت شخصیات حضرت خدیجہ، عائشہ، فاطمہ، زینب وغیرہ کے ناموں پر رکھے جاتے ہیں، جس سے معاملہ قانونی سے بدلت کر جذباتی بھی بن جاتا ہے۔ ہندو اہل دانش کا کہنا ہے کہ قومی اور صوبائی آسمبلیوں میں اس معاملے پر کھل کر بحث کی جائے، اور قانون میں زبردستی مذہب تبدیلی، کی وصف بھی شامل کی جائے۔ اور لوگوں کو اسلام میں داخل کرنے اور خارج کرنے کا طریقہ کار اور اختیار ریاست اپنے پاس رکھتے تاکہ کسی کے ساتھ ناکی شادی کی ہو یا پھر اس کو کوئی ہندو یا مسلمان لڑکا زبردستی غوا کر کے لے گیا ہو، یا پھر وہ

انصافی نہ ہو ہر کسی کی دادرسی بھی آسان ہو سکے اور دنیا میں پاکستان کا قومی وقار بھی محروم نہ ہو پائے۔

”آخر ہندو ہب کیا ہی مسلمان کیوں ہو رہی ہیں؟“ اس سوال کا سب سے جذباتی جواب سندھ کے شہر غوث پور کے ڈاکٹر جگدیش کمار کا تھا جس کا کہنا ہے کہ ”ہندو ہب کیوں کا انغو اور زبردستی مذہبی تبدیلی اصل میں سندھ کی تاریخی حیثیت اور وحدت پر حملہ ہے، پوری دنیا میں یہ ظلم صرف پاکستان میں ہو رہا ہے، ورنہ ترکی، مصر، لبنان اندونیشیا، ملائیشیا حتیٰ کہ فلسطین اور سعودی عرب میں بھی عیسائی اور باقی غیر مسلم ہب کیا مسلم سماج میں رہتی ہیں آخر وہ کیوں مسلمان نہیں ہو رہیں۔ ان کو مسلمان لڑکوں کا حسن اور کردار کیوں نہیں گراماتا۔“

اگر کوئی شخص اپنا مذہب تبدیل کرنا چاہے تو اس کو یہ حق حاصل ہو کہ وہ قانونی راستہ اختیار کرتے عدالت/محضریت کو درخواست دے کہ وہ مذہب تبدیل کرنا چاہتا ہے۔ اگر اس کے والدین کو اس معاملے پر اختلاف ہو تو بھی عدالت اس کا موقف نہیں، میں کا سب سے آسان اور ستاریں مذہب ہے، جس میں روزانہ کی عبادت معاف بھی سرکار اور قانون اس سلسلے میں کوئی خاص طریقہ کار وضع نہیں کریں گے تو ہر درگاہ اور پنڈت ملاں اپنی حکومتیں قائم کر دیں گے۔ سنہ کے ہندو، مذہب تبدیلی سے متعلق بل سنہ آسمبلی میں دوبارہ پیش کیے جانے کے منتظر ہیں اور مذہب تبدیلی اور جرمی مذہب تبدیلی سے متعلق ایک بل قومی آسمبلی کی پارلیمانی کمیٹی سے واپس آسمبلی میں منظوری کے لئے پیش کرنے کے لئے ایک این اے لال مالی کوشش ہیں۔ سنہ اور وفاق میں اس متوقع قانون سازی سے پاکستانی مذہبی اقلیتوں کو بھی اطمینان ہو گا۔ اس قانون کی جرمی خلاف ورزی کو قبل سزا بنا نے سے مذہبی اقلیتوں کو تحفظ اور برابری کا احساس بھی ہو گا۔ ہندو ہب کی غواپر ان کا خیال تھا کہ ”چونکہ غوا کے تقریباً 100 فیصد واقعات میں ہندو ہب کیوں کو پہلے ہی پانچ دس دن غائب کیا جاتا ہے، ایسی مہم/مشکوک حرکت کو غوا سے کم جرم نہیں سمجھا جاسکتا۔ ایک ہفت بعد ہب کی گم ہونے کی ایف آئی آر دا خل ہوتے ہی کسی مدرسے یا درگاہ کی سند یا فتویٰ سامنے لا کر کہا جاتا ہے کہ ہب کی اپنی مرضی سے نکلی اس سے بڑا ظلم یہ ہوتا ہے کہ ڈاکٹر ہب کیوں کے نام بھی اسلام کی عظیم پاکباز عورت شخصیات حضرت خدیجہ، عائشہ، فاطمہ، زینب وغیرہ کے ناموں پر رکھے جاتے ہیں، جس سے معاملہ قانونی سے بدلت کر جذباتی بھی بن جاتا ہے۔ ہندو اہل دانش کا کہنا ہے کہ قومی اور صوبائی آسمبلیوں میں اس معاملے پر کھل کر بحث کی جائے، اور قانون میں زبردستی مذہب تبدیلی، کی وصف بھی شامل کی جائے۔ اور لوگوں کو اسلام میں داخل کرنے اور خارج کرنے کا طریقہ کار اور اختیار ریاست اپنے پاس رکھتے تاکہ کسی کے ساتھ نا

غزل

آرہی ہے کہیں سے بو تیری
دل میں اٹھی ہے آزو تیری
اے حسین پھول ایک کانے نے
دیکھ رکھ لی ہے آبرو تیری
کس کی بخشش ہے یہ بتا سورج
روشنی ہے جو چارسو تیری
یہ حرارت نہ کل رہے شاید
جو رگوں میں ہے اے لہو تیری
تو ملی گا تو میں سنا دوں گا
تجھکلو رو داد رو برو تیری
کل جو قاتل ملا تھا رستے میں
اس کی صورت تھی ہو بھو تیری
ساز خوش ہو کہ اس سلیقے سے
لوگ کرتے ہیں گفتگو تیری

نیم ناز



مذہب تبدیل کر کے مسلمان ہو گئی ہو۔ ہندو سماج میں لڑکی ایک بارہی گھر سے باہر جا سکتی ہے، جو کسی بھی صورت گھر سے نکلی اس کی واپسی کے تمام راستے بند ہو گئے۔ ڈاکٹر کا خیال ہے کہ ہندو سماج کو اس معاملے پر سوچنا اور اپنی پوزیشن واضح کرنی چاہیے۔ نکانہ صاحب میں دنیا بھر سے آنے والے یا تریوں کی طبقی خدمت کرنے والے تھرپار کر کے ڈاکٹر میں لکار کافی وقت سے ہندو لڑکوں کے زبردستی مذہب تبدیل کرنے والے معاملے پر کام کر رہے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ ”ہندو برادری کے لیے لڑکوں کے مسلمان ہونے سے زیادہ ہندو لڑکیاں مستقل طور پر گم ہونے کا مسئلہ درپیش ہے، آخر ایسا کیوں ہے کہ درگا ہوں پر ہندو لڑکیاں مسلمان ہونے کے بعد گم ہی ہو جاتی ہیں، ہمیں خدشہ ہے کہ شاید ان کو مار دیا جاتا ہے یا بعد میں کہیں پیچ دیا جاتا ہے، کیونکہ کہم کئی سال گزرنے کے بعد بھی ان لڑکوں کو سماج میں کہیں آزاد دیکھ نہیں پاتے نہ ان کے پچوں کو۔ یہ سراسر ظلم ہے جس کی اجازت نہ اسلام دیتا ہے اور نہ ہی دنیا کا کوئی قانون۔“

اس وقت لاڑکانہ کی ہندو لڑکی آرتی بائی بھی دارالامان میں موجود ہے، اس کے والدین روزانہ عدالت کا دروازہ کھلکھلاتے ہیں مگر اندر سے کوئی آواز نہیں آتی۔ قانون کا خاموش رہنا انصاف نہ دینے کے متراوف سمجھا جاتا ہے۔ سندھ کی سول سو سائی ہیں وقت ہندو بھائیوں کے ساتھ ہر مکن طور پر تم آواز بی ہے مگر سرکار کی جانب سے کوئی قانونی قدم نہ اٹھانے کی وجہ سے معاملات اور پریشان کرن ہوتے جا رہے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے پاکستان کی سول سو سائی، سرکار اور ریاست ایک قوم ہونے کے نتے ہندوؤں کو اقامت سمجھنے کے بجائے پورا اور مکمل پاکستانی سمجھے۔ قائد اعظم محمد علی جناح کے فرمان کے مطابق اور دنیا کے ترقی یافتہ ممالک کی طرح تمام مذاہب کے ماننے والوں کو یکساں حقوق دے، ان کو اپنے عبادات گاہوں کو بنانا، آباد رکھنے اور ان میں جانے کی مکمل اجازت دی جائے۔ ہندو بھوں کو اسکولز میں اسلامی مذہبی کتابیں پڑھانے کے بجائے ان کے اپنے دھرمی یا اخلاقیات پر بنی کتابیں پڑھائے، ایسا نہ ہو کہ نسبابی کتابیں بنانے والے کارگر پھر بھی اپنے مذہب کو ہی اخلاقیات کو مرکز اور منبع سمجھ کر ہندو بھوں کو پھر سے دینیات پڑھادیں۔ شہروں میں دینی مدارس کے طرح ہندو ایم کی درس گاہیں بنانے کی اجازت دی جائے۔ زبردستی مذہبی تبدیلی کو طاقت کے زور پر روکا جائے، یہ اختیار درگا ہوں سے چھین کر سرکاری عدالتوں کو دیا جائے۔

کیونکہ اسلام کی رو سے تو دنیا اور آخرت میں عزت کمانے کا سب سے اچھا اور پروقار طریقہ بھی یہ ہی ہے۔



کو ویڈیا بالم پدھارو مارے دیں



شعبہ پاکستان

تحریر: وسعت اللہ خان

خرابی کہدیں کہ خوبی کو رونا و ائرنس کی اپنی دنیا، اپنے روپ، اپنی چالیں، اپنے بھیس اور اپنے اوقات ہیں۔ یہ کہاں سے نمودار ہوا؟ کیوں ہوا؟ پہلے کہاں تھا؟ ہم نے کو ویڈیا کا دفاع یہ کہہ کر کیا کہ یہ پر ہیزگار اور صاف سفرے لوگوں کو متاثر نہیں کرتا اب کہاں جا رہا ہے اور ہمیں بھی لے کر جا رہا ہے؟ اس کے ہم زاد، میرے، لہذا شریف آدمی کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ جب کچھ کچھ یقین آنے لگا کہ شاید یہ کوئی خطرناک و ائرنس ہے تو ہم نے فوراً کام آدھا آدھا بانٹ لیا۔

یعنی مشرق چونکہ دنیا کا روحانی امام ہے اس لیے وہ آسمان کی طرف ہاتھ جوڑ کر یا کیا کیا ہیں؟

ہم سب فی الحال اندر ہیرے میں آگزوں کی لائھی ہی گھما سکتے ہیں۔ کوئی حقیقی نتیجہ اخذ نہیں کر سکتے۔ سوائے یہ کہ کو ویڈیا کا وجود ایک حقیقت ہے اور ایک مدت تک یہ حقیقت سامنے لڑا کر دو اکرے گا۔

سو ہم نے دعا کی اور انھوں نے دوا۔

کو ویڈیا کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ دیگروں ایسے کو ویڈیا کو خستہ کرنے کے بر عکس یہ سرحدی لکیروں، کالے گورے پیلے، عربی، عجمی، برہمن و شودور، ظالم و مظلوم، امیر غریب، جمہوری، آمری، اے گا۔ کئی ممالک سے کو ویڈیا کا مرحلہ وار اخلاشرودع ہو چکیا۔ مگر ہم دیسی چونکہ فطری فسطائی، مارکسی، ملحد، مسلم، بت پرست، سکھ، عیسائی کی تمیز، سائنسی و روحانی تقسیم، عورت، مرد، ہم جنس، نامرد میں فرق، وزیر اعظم، نائب قاصد، جزل، اردوی، نجح اور پیش کار کی شکل یاد نہیں رکھ سکتا۔ گویا نپٹ جاہل و بے مروت و ائرنس ہے۔ پر کیا کریں؟ ہے تو انگلش ماڈل کے جنوبی افریقی ماڈل یا پھر اب سری لنکن ماڈل۔ سب کے سب سیدھے مہمان۔۔۔

چنانچہ کو ویڈیا اپنی دنیا میں اونٹا بھی چاہے تو ہم ہرگز ہرگز اتنی جلدی اور آسانی

بھارت اور پاکستان سمیت جنوبی ایشیا میں لینڈ کر گئے۔ اور اب ہم تشكیر گزیدہ سوچ رہے ہیں کہ اگر سب نے خدا خواستہ ماسک لگالیا، چھٹ کا فالسلہ رکھ لیا، سینی نائز رکھا مسلسل استعمال جاری رکھا، پیکنیشن پروگرام کے لیے ترجیحاتی بجٹ اور مہماں تو انائی مختص کروی، آسیجن کی پیداوار دو گنی کرنے اور ملک کے پولیو و ائرنس کو ہی لے لیں۔ یہ کب کا کرہ ارض چھوڑنے کو سامان باندھے بیٹھا ہے۔ سب قوموں نے اسے ہنسی خوشی رخصت بھی کر دیا۔ مگر کچھ افغان اور پاکستانی اسے خدا مہمان کہیں نا راض ہو کر چلا ہی نہ جائے۔ لہذا ہم اس کی خوشنودی و دل جوئی کے لیے ہر حافظ کہنے پر ہرگز تیار نہیں۔

میں نے جب بھی کہیں جانے کی اجازت چاہی

اس نے بڑھ کر میرا سامان سفر کھول دیا

(شاہدہ حسن)

ہر موڑ پے واہیں میری آنکھوں کے در پیچے

اب دیکھنا یہ ہے کہ تو جاتا ہے کہاں سے

(جاوید صبا)

بھی رویہ ہم دیسیوں کا کو ویڈیا کے ساتھ بھی ہے۔ اتنی یعنی مہمان خدا کی رحمت ہے لہذا اگر آئے مہمان کا دل رکھنے اور جیتنے کے لیے ہم کچھ بھی کر سکتے ہیں۔ شروع شروع میں ہم میں سے بہت سوں نے کو ویڈیا کو و ائرنس سمجھنے سے ہی انکار کر دیا اور اسے ایک



انسانی دماغ پہلی بار بغیر تار کے کمپیوٹر سے منسلک

تحریر: انھوںی کتبھرنس

سائنس دانوں نے کلینیکل ٹرائل میں ایک چھوٹا ٹرانسمیٹر استعمال کیا جو اسے کسی شخص کے برین موڑ کا رنگیس سے جوڑ دیتا ہے۔



عرب پتی شخصیات کو اپنی جانب راغب کیا۔ ایلوں مسک نے حال ہی میں اکشاف کیا کہ ان کے نیورالنک، شارت اپ نے پہلے ہی ایک بندر کے دماغ پر واٹرلیس چپ کا تجربہ کیا ہے جس کی مدد سے وہ ویڈیو گیمز کھیل سکتا ہے۔ تازہ ترین ٹرائل کے دو شرکاء، جن کی عمر 35 اور 63 تھیں، وہ ریڑھ کی ہڈی کی چوٹوں سے مفلوج تھے۔ انہوں نے لیبارٹری کی بجائے گھر پر رہتے ہوئے 24 گھنے تک مسلسل واٹرلیس سسٹم کا استعمال کیا۔

نسبتاً آسانی سے استعمال ہونے کا مطلب یہ ہے کہ تربیت یافتہ ماہرین واٹرلیس کنکشن گھروں میں قائم کرنے کے قابل تھے، اس سے کرونا وبا کے دوران بھی یہ مطالعہ جاری رہ سکتا ہے۔ برااؤن یونیورسٹی کے انجینئرنگ پروفیسر اور برین گیٹ کلینیکل ٹرائل کی سربراہی کرنے والے محقق لیچ برگ کا کہنا ہے کہ اس سسٹم کی مدد سے ہم بے عرصے تک گھر میں دماغی سرگرمی کا اس طرح مطالعہ کر سکتے ہیں جو اس سے پہلے تقریباً ناممکن تھا۔ اس سے ہمیں ڈی کوڈنگ کرنے والے الگوریتم ڈیزائن کرنے میں مدد ملے گی جس سے فالج کے شکار افراد کے لیے ہموار، فطری، قابل اعتماد مواصلات کی بھائی اور نقل و حرکت کی سہولت فراہم کی جاسکے گی۔

سائنس دانوں نے پہلی بار کسی تار کے بغیر کمپیوٹر کو انسانی دماغ سے کمانڈ دینے کا مظاہرہ کیا ہے۔ یہ ایک ایسی پیش رفت ہے جو فالج کے شکار افراد کے لیے امید کی کرن بن سکتی ہے۔ امریکہ میں برااؤن یونیورسٹی کے محققین کا کہنا ہے کہ یہ نظام 'سنگل نیورون ریزو لوشن اور مکمل براڈ بینڈ فیڈ بیٹھی' کے ذریعے دماغ سے سگنل کو کمپیوٹر تک منتقل کرنے کے قابل بنتا ہے۔ اسے 'برین گیٹ میکنالوجی' کا نام دیا گیا ہے جس کے کلینیکل ٹرائل میں ایک چھوٹا ٹرانسمیٹر استعمال کیا گیا جو اسے کسی شخص کے برین موڑ کا رنگیس سے جوڑ دیتا ہے۔ سائنسی جریدے 'آئی ای ای ٹرانزیکشنز' سے جوڑ دیتا ہے۔

آن با یومیڈیا یکل انجینئرنگ، کی روپورٹ کے مطابق فالج کے مرض میں بیتل افراد پر مشتمل شرکاء نے آزمائشی طور پر اس نظام کا استعمال ٹیکنیکل کمپیوٹر کو کنٹرول کرنے کے لیے کیا۔

ٹرائل کے دوران شرکاء اسی طرح کی ٹائپنگ پیڈیا اور پوائنٹ اینڈ کلک کی درستی حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے جتنا وہ اسے واٹرلیس سسٹم کے ذریعے کر سکتے تھے۔ برااؤن یونیورسٹی میں انجینئرنگ کے ایک اسٹنٹ پروفیسر جان نیمیرال نے کہا: "ہم نے ثابت کیا ہے کہ یہ واٹرلیس نظام عملی طور پر گولڈ سینیڈرڈ والے واٹرلیس سسٹم کے مساوی کام کرتا ہے۔" انہوں نے مزید کہا: "سگنلز کو اسی طرح درست فیڈ بیٹھی کے ساتھ ریکارڈ کیا اور منتقل کیا جاتا ہے، جس کا مطلب ہے کہ ہم وہی ڈی کوڈنگ الگوریتم استعمال کر سکتے ہیں جن کا استعمال ہم واٹرلیس آلات کے ساتھ کرتے ہیں۔" فرق صرف اتنا ہے کہ لوگوں کو اب ہمارے آلات سے جوڑنے کے لیے تار کی ضرورت نہیں اور یہی خوبی اس نظام کے استعمال کے سلسلے میں نئے امکانات کھول دیتی ہے۔

یہ نیورل انٹریس میکنالوجیز کی تیزی سے بڑھتی ہوئی فیلڈ میں جدید ترین پیش رفت کی نشاندہی کرتا ہے جس نے ایلوں مسک اور فیس بک جیسی دیوقامت کمپنیوں اور

چین نامہ: جب پہلی بارا کیلے چینی سر زمین پر قدم رکھا



تحریر: تحریم عظیم

انگریزی زبان میں بدایات درج تھیں۔ اپنے سے آگے والے مسافروں کے پیچھے چلتے چلتے امیگریشن بھی کروالی اور سامان بھی اٹھالیا۔ ہمیں ایز پورٹ سے یونیورسٹی خود جانا تھا۔ ہماری یونیورسٹی میں موجود ایک پاکستانی ہمیں اس حوالے سے معلومات دے چکے تھے کہ ایز پورٹ سے یونیورسٹی تک کی تیکسی کیسے لینی ہے، لیکن کیا کریں اس وقت رات کے ڈھانی نج رہے تھے۔ ہم نے اپنی زندگی میں رات کے اس پہر کسی بس، ٹرین، تیکسی یا رکشے میں سفر نہیں کیا تھا، تب کیسے کر لیتے؟

پاکستان میں اس وقت ایک عورت کا اکیلے ایز پورٹ سے گھر جانا کتنی بڑی مشکل ہے، یہ عورتیں اور ان کے گھروالے تصور کر سکتے ہیں۔ ہم بھی اسی شش و پیٹھ میں تھے کہ جانے یہاں کا کیا ماحول ہے۔ ابھی یونیورسٹی جائیں یا صبح کا انتظار کر لیں۔ تھوڑا بہت سوچا پھر وہیں کوئے میں ڈیرا جما کر بیٹھ گئے۔ ایز پورٹ کے باہر تیکسیاں موجود تھیں لیکن یہاں جانے کیا ہوگا (کاڑھمیں روکے ہوئے تھے۔ صبح 5 بجے سورج نکلا تو ڈرتے ہوئے ایز پورٹ سے باہر قدم نکلا۔ ایک تیکسی والے کوفون پر یونیورسٹی کا چینی زبان میں نام دکھایا۔ اس نے سرسری سی نظر ڈال کر مجھے سامان گاڑی کی ڈگی میں رکھنے کا اشارہ کیا۔ میں نے اپنے بھاری بھر کم بیگ دیکھے اور پھر اسے دیکھا، پھر خود سے کہا۔ چین میں خوش آمدید)۔

تیکسی جانے کن رستوں سے گزر کے یونیورسٹی کے مغربی دروازے تک پہنچی۔ ہم نے جانے سے پہلے گوگل پر یونیورسٹی کا مرکزی دروازہ دیکھ رکھا تھا جو ہرگز وہ دروازہ نہیں تھا۔ ہم نے اسے پھر سے یونیورسٹی کا نام دکھایا تو اس نے اسی گیٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کچھ کہا۔ ہمیں بس یہی سمجھ آیا کہ تیکسی والا ہمیں جہاں بھی لے آیا ہے ہمیں بس اب یہیں اترنا ہے۔ لہذا کرایہ ادا کیا اور ڈگی سے سامان نکلا۔ تیکسی والا شاید اسی انتظار میں تھا۔ وہ فوراً گاڑی بھگا لے گیا۔ ہم اپنے دونوں بیگ سنبھالتے ہوئے گیٹ کی طرف بڑھے۔ گاڑ کو یونیورسٹی کا نام دکھایا تو اس نے تصدیق کی کہ ہم صحیح جگہ پہنچے ہیں۔ اس کا فون لے کر یونیورسٹی میں موجود ایک پاکستانی صحافی اور طالب علم کوفون کیا۔ وہ کچھ ہی دیر میں گیٹ پر آگئے۔ ہمیں اپنے ساتھ ہمارے ہائل تک لے کر گئے، جرس تیکسی کا عمل پورا کروانے کے بعد ہمیں ہمارے کمرے میں چھوڑ کر واپس چلے گئے۔ اگلے روز وہ دوبارہ ملے۔ کہنے لگے آؤ کھانا کھانے چلتے ہیں۔ ہم رات کے بھوکے تھے اس لیے چپ چاپ ان کے ساتھ چل دیے۔ وہ ہمیں لے کر ایک قریبی مسلم ریسٹورینٹ پہنچ۔ ہم نے میونپ کارڈ دیکھا اور پھر ان کے سامنے رکھ دیا کہ کچھ گزارے لاائق ملتکاوادو۔ انہوں نے بیٹ فرائد رائس آڑ کر دیے۔ تھوڑی دیر بعد جوڑش ہمارے سامنے آئی وہ دکھنے میں خاصی مناسب تھی لیکن اس وقت ہم جس ذہنی حالت کا شکار تھے، اس سے بالکل انضاف نہ کر سکے۔ ہماری دنیا میں باسمی کے علاوہ کوئی چاول نہیں تھا۔ یہ پہلی بار تھا کہ ہم لمبے خوبصورت اس کا منہ بولتا شوت تھی۔ ہر طرف صفائی سترہ اور چمک دک۔ ہر جگہ چینی اور

مشہور روایت ہے کہ تعلیم حاصل کرو اگرچہ چین جانا پڑے۔ چین میں یہ روایت پڑھتے ہوئے بالکل اندازہ نہیں تھا کہ ایک دن ہم خود تعلیم کے حصول کی خاطر چین پہنچ جائیں گے۔ پنجاب یونیورسٹی سے ماٹر ڈگری حاصل کرنے کے بعد ہم نے اعلیٰ تعلیم کے لیے پاکستان سے باہر رخواستیں بھیجیں۔ 4، 5 ممالک بشمول چین سے جواب آگیا اور وہ جواب لے کر ہم اپنے والدین کے سامنے پہنچ گئے۔ اسکوں سے یونیورسٹی تک وہ ہمیں پڑھائی کی اہمیت بتاتے رہے، لیکن اس دن یہ کام ہم کر رہے تھے۔ ہمارا کہنا تھا کہ خواتین کو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنی چاہیے، اس سے ان کے اندر مضبوطی آتی ہے، وہ دنیا کو بہتر طور سے سمجھ پاتی ہیں، انہیں روزگار کے اچھے موقع میراتے ہیں اور وہ معاشرے کا فعال رکن بن سکتی ہیں وغیرہ۔ ہمارے والدین ہر دلیل کے جواب میں ایک ہی بات کہہ رہے تھے کہ پڑھائی مکمل ہونے تک ہماری شادی کی عمر نکل جائے گی۔ ہماری ہر دلیل کے جواب میں وہ ہمیں سمجھاتے کہ دیکھو تم پاکستانی ہو۔ یہاں عورت کی شادی کی ایک عمر ہوتی ہے اور کوارٹ لرکیاں ایسے ملکوں ملکوں نہیں گھوما کرتیں بلکہ چپ چاپ گھر میں بیٹھتی ہیں، الہاماں تھیں میشو۔ ہم اچھا سائز کا ڈھونڈ دیتے ہیں، اس سے بیاہ رچاہ، اس کی خدمت کرو، کسی دن تمہارے حسن سلوک سے خوش ہو کر اگر اس نے تمہیں مزید پڑھنے کی اجازت دے دی تو پڑھ لیا اور نہ شوہر کی خدمت کرتی رہتا۔ اس سے زیادہ تم کیا چاہے سکتی ہو؟

ہم نے اپنی اعلیٰ تعلیم کی راہ میں خود سے اتنی بڑی رکاوٹ لانے سے صاف انکار کر دیا۔ ہمارے ای ابونے بھی ہمارانتہ ہوئے ہمیں جانے کی اجازت دے دی، اور یوں ہم نے فوراً چین کی ایک جامعہ کی طرف سے آئی ہوئی آفرقوں کر لی۔ ہمیں تو بس پاکستان سے بہتر یونیورسٹی سے پڑھنا تھا۔ وہ چاہے چین میں ہوتی یا امریکہ میں، کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ ہم نے چین جانے کی تیاری شروع کر دی۔ کسی نے کہا وہاں کھانے پینے کی بہت تنگی ہے، جتنا ہو سکے کھانے کا سامان لے جاؤ۔ ہم نے اپنے بیگ مختلف قسم کی والوں اور مصالحوں سے بھر لیے۔ جو تھوڑی بہت جگہ پنگی اس میں چند کپڑے اور جوتے فٹ کر دیے۔ بالآخر وہ دن بھی آگیا جب ہمیں اپنے گھروالوں کو الوداع کہہ کر بیجنگ کے لیے روانہ ہونا تھا۔ ہمیں اس لمحے احساس ہوا کہ اب ہم روزانہ یونیورسٹی سے واپسی پر گھر والوں سے ملاقات نہیں کر سکیں گے۔ چین میں مغرب کے بنائے گئے تمام سو شل میڈیا نیٹ ورک بھی بند ہیں۔ ہمارے فون میں ایک وی پی این موجود تھا سولی تھی لیکن چین پہنچ کر پتا چلا کہ مفت کے وی پی این بس پاکستان میں ہی کام کرتے ہیں، چین میں ان کی زندگی شروع ہونے سے پہلے ہی ختم ہو جاتی ہے۔ بیجنگ میں اس وقت صرف ایک بین الاقوامی ہوا کہ اڑھہ ہوا کرتا تھا، اب 2 ہیں۔ جہاز سے اتر کر بیجنگ کمپیوٹر انٹرنیشنل ایز پورٹ کی عمارت میں داخل ہوئے تو آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ پاکستان میں رہتے ہوئے اتنے ترقی یافتہ چین کا سوچنا نامکن تھا۔ چینی شاپ کار بناتے ہیں اور ایز پورٹ کی عمارت اس کا منہ بولتا شوت تھی۔ ہر طرف صفائی سترہ اور چمک دک۔ ہر جگہ چینی اور

کیا آئن سٹائن خدا پر یقین رکھتے تھے؟

تحریر: ظفر سید

(سائنسی کتابیں پڑھنے سے میں جلد ہی اس یقین پر پہنچ گیا کہ بائبل کی اکثر کہانیاں درست نہیں ہو سکتیں۔)

یہ آئن سٹائن کے لڑکپن کی بغاوت کا مظہر تھا، اور اس کا اثر ان کی زندگی پر خاصے عرصے تک رہا۔ تاہم کبھی عمر کو پہنچنے کے بعد آئن سٹائن یہ کہنے لگے تھے کہ وہ ایک شخصی اور ذاتی خدا پر یقین رکھتے ہیں۔ جب ان کی عمر 50 برس تھی تو ایک ائمرو یو میں انھوں نے کہا تھا: میں دہری نہیں ہوں۔ ہمیں جو مسئلہ درپیش ہے وہ ہمارے محدود ذہنوں کے مقابلے پر انہیانی عظیم ہے۔ ہماری مثال اس بچے کی سی ہے جو ایک وسیع و عریض لاہبریری میں داخل ہوتا ہے جو مختلف زبانوں کی کتابوں سے بھری ہوئی ہے۔ بچے کو معلوم ہے کہ کسی نے ضرور یہ کتابیں لکھی ہوں گی، لیکن یہ نہیں پڑتا کیسے۔ اسے وہ زبانیں نہیں آتیں جن میں یہ کتابیں لکھی گئی ہیں۔ بچہ کتابوں کی ترتیب میں ایک پراسرار ترتیب دیکھتا ہے لیکن اسے پڑھنیں وہ ترتیب کیا ہے۔ ہم کائنات کو دیکھتے ہیں جو پراسرار طریقے سے ترتیب دی گئی ہے اور وہ بعض قوانین کے تابع ہے، لیکن وہ ان قوانین کو بہت مددھم انداز میں سمجھتا ہے۔ اگر اس نقطہ نگاہ سے دیکھا جائے آئن سٹائن ایک موقع پر واضح طور پر کہہ چکے ہیں کہ وہ دہری نہیں ہیں۔

تو معلوم ہوتا ہے کہ آئن سٹائن کے مذہب کے بارے میں خیالات بدلتے رہے ہیں۔ ان کا یہ قول مشہور ہے کہ میں پسی نوزا کے خدا پر یقین رکھتا ہوں جو اپنے آپ کو تمام اشیاء بظاہر مذکورہ خط ان کی زندگی کے ایک ایسے دور سے تعلق رکھتا ہے جب وہ خدا کے وجود کے مکر ہو گئے تھے۔

کیا آئن سٹائن یہودی قومیت پر یقین رکھتے تھے؟

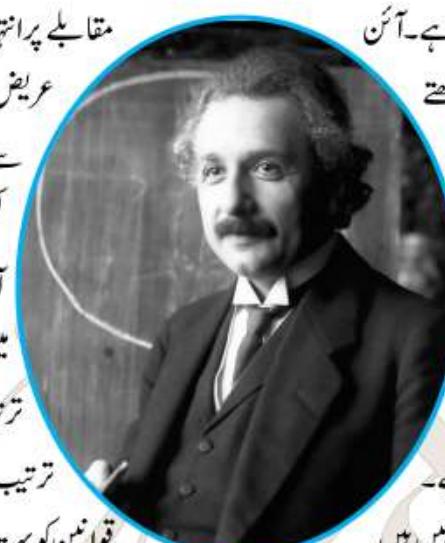
آئن سٹائن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کے بعد وہ دوسرے مشہور ترین یہودی ہیں۔ انھیں اسرائیل کا صدر بننے کی پیشکش بھی ہوئی تھی حالانکہ وہ اسرائیل کے شہری نہیں تھے۔ لیکن انھوں نے یہ جواب دے کر انکار کر دیا کہ (میں ساری زندگی معروضی معاملات کو بر تا چلا آیا ہوں، اس لیے میرے اندر لوگوں کو برتنے کا میلان ہے اور نہ سرکاری امور سرانجام دینے کا تجربہ۔)

اوپر مذکور ائمرو یو کے دوران انھوں نے کہا تھا: قومیت ایک بچگانہ بیماری ہے، جیسے انسانیت کا خسرہ۔ اسی ائمرو یو میں انھوں نے یہ بھی کہا تھا کہ میں جریت کا قائل ہوں۔ میں انسان کی خود مختاری پر یقین نہیں رکھتا۔ یہودی سمجھتے ہیں کہ انسان اپنی تقدیر خود بناتا ہے۔ میں اس نظریے کو مسترد کرتا ہوں۔ میں اس لحاظ سے یہودی نہیں ہوں۔



آئن سٹائن کے اپنے ہاتھ کا وہ خط غیر متوقع طور پر 29 لاکھ ڈالر میں نیلام ہوا ہے جس میں انھوں نے خدا کے وجود کے بارے میں بات کی ہے۔ یہ خط آئن سٹائن نے 1954ء میں جرم زبان میں لکھا تھا اور توقع تھی کہ یہ زیادہ سے زیادہ 15 لاکھ ڈالر میں بکے گا لیکن نیو یارک میں ہونے والی اس نیلامی نے ساری توقعات توڑ دیں۔ اس خط میں آئن سٹائن نے مذہب اور سائنس کے درمیان ہونے والی پرانی بحث پر اظہار خیال کیا ہے۔ آئن سٹائن کو انسانی تاریخ کے عظیم ترین دماغوں میں سے ایک سمجھا جاتا ہے اور انھوں نے کئی بار خدا کے وجود کے بارے میں بحث کی ہے۔ آئن سٹائن جرم فلسفی ایرک گٹ کا سند کے نام اس خط میں لکھتے ہیں: لفظ خدامیرے لیے انسانی کمزوری کے اظہار اور پیداوار کے علاوہ کچھ نہیں۔۔۔ بائبل قابل قدر مگر، قیانوی اساطیر کا مجموعہ ہے۔۔۔ کوئی تفسیر، چاہے وہ کتنی ہی بار یہ کیوں نہ ہو، اس بارے میں میرے خیالات بدل نہیں سکتے۔

آئن سٹائن کا مذہب کیا تھا؟



اس خط سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن معاملہ اتنا سادہ نہیں ہے۔ آئن سٹائن ایک موقع پر واضح طور پر کہہ چکے ہیں کہ وہ دہری نہیں ہیں۔ ان کا یہ قول مشہور ہے کہ میں پسی نوزا کے خدا پر یقین رکھتا ہوں جو اپنے آپ کو تمام اشیاء بظاہر مذکورہ خط ان کی زندگی کے ایک ایسے دور سے تعلق رکھتا ہے جب وہ خدا کے وجود کے مکر ہو گئے تھے۔

سینو 181 ویں صدی میں گزرنے والے مشہور ولدیزی فلسفی تھے۔ ان کا خیال تھا کہ خدا کا کوئی شخصی اور مادی وجود نہیں ہے، بلکہ کائنات خدا کے تخلیل اور توسعہ کی مظہر ہے۔ کائنات کی ہرشے خدا کی ذات کا حصہ ہے اور اس لحاظ سے ہرشے دوسری شے سے جڑی ہوئی ہے۔ اس تصور کو اصطلاح میں (ہمد اوسٹ) کہا جاتا ہے۔ سینو زا کے اسی تصور کے تحت کائنات میں جو واقعہ بھی ہوتا ہے، وہ خدا سے جڑا ہونے اور خدا کے وجود کا حصہ ہونے کی وجہ سے ہتمی اور قطعی ہوتا ہے اور اس کی بجائے کچھ اور نہیں ہو سکتا۔ اس کو نظریہ جرم کہا جاتا ہے اور جیسے کہ نیچے آئے گا، آئن سٹائن بھی اسی کے قابل تھے۔

زندگی بھر بدلتے خیالات

آئن سٹائن یہودی والدین کے گھر پیدا ہوئے تھے اور انھوں نے ایک کیمپولک عیسائی سکول میں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ انھوں نے خود ایک بار لکھا تھا کہ ان کا بچپن نہ ہبی ماہول میں گزر لیکن وہ 12 سال کی عمر میں غیر مذہبی ہو گئے تھے۔

کیم می مزدوروں کا عالمی دن (تاریخی لپس منظر)

تحریر: ابن قدسی

تحقیق جنہیں منتشر کرنے کیلئے پولیس نے اندر ہادھند فائزگ کر دی جس کی زد میں آکر 4 مزدور بلاک اور درجنوں رخی ہوئے۔ اس واقعہ کے خلاف بھی 4 مئی کو یوم احتجاج منایا گیا جس کے اختتام پر ایک پولیس آفیسر نے وہاں پہنچ کر احتجاج ختم کرنے اور پر امن منتشر ہو جانے کا حکم دیا بات بنتی دکھائی نہ دی تو پولیس کی طرف سے مبینہ طور پر احتجاجی اجتماع میں دستی بم پھینکا جس سے پولیس کا اپنا ہی ایک سپاہی مارا گیا بعد ازاں پولیس نے اس واقعہ کو جواز بنا کر مزدوروں کی پر امن ریلی پر فائزگ کر دی جس کے نتیجے میں شکا گوکی سرزی میں ان غریب محنت کش اور نبنتی مزدوروں کے خون سے اہورگ کہ جبکہ سینکڑوں مزدوروں کو گرفتار کر کے پابند سلاسل کیا گیا، تسمیہ بالائے ستم کہ اس واقعہ کی بھی ذمہ داری محنت کشوں پر ڈالتے ہوئے گرفتار شدہ 5 مزدور رہنماؤں کو پھانسی اور دو کو عمر قید کی سزا سنائی گئی، شکا گوکی جیل بے گناہ مزدوروں سے کچھ کھجور بھر گئی، دوران قید مزدوروں پر اس قدر وحشیانہ جسمانی تشدد کیا گیا کہ ایک مزدور تشدد کی تاب نہ لاتے ہوئے بلاک ہو گیا جبکہ درجنوں مزدور اپاٹھج ہو گئے۔

سانحہ شکا گوکی بازگشت پوری دنیا تک پہنچی اور دنیا بھر کے مزدوروں نے امریکی مزدوروں کے ساتھ پہنچتی کا اخبار کیا جس پر بعد ازاں حکومت نے اپنے اٹھائے گئے مذموم اور پر تشدد اقدامات پر مزدوروں سے معافی مانگی اور مزدور رہنماؤں کو پولیس اہلکار کے قتل میں سنائی گئی پھانسی و عرقید کے فیصلے واپس لے لئے، 1888ء میں ہونیوالی ایک یونین کا نفرس میں 8 گھنٹے یومیہ کام کرنے کے حق میں احتجاجی مظاہرہ کرنے کا فیصلہ کیا گیا، 1889ء میں کانگرس نے کیم می 1890ء کو مزدوروں کے دن کو یعنی الاقوامی سٹھ پر منانے کا فیصلہ کیا، اپریل 1890ء میں چیکو سلوکیہ میں 30 ہزار سے زائد کارکن ہر تال کا حصہ بننے اور تادم تکمیل مطالبات تک یہ سلسلہ جاری رکھنے کے عزم کا اعادہ کیا گیا، 1890ء میں تاریخ عالم کا پہلا یوم می مزدور ڈے کے حوالے سے منایا گیا جس میں دنیا بھر کے لاکھوں مزدوروں نے حصہ لیا اور اپنے بھرپور اتحاد کا مظاہرہ کیا اور اس وقت سے لیکرا ب تک یہ دن دنیا بھر کے مزدور کم می عزم اور حوصلہ کے ساتھ مناتے ہیں اس جدو جہد کے نتیجے میں 1919ء میں آئی ایل او کا وجود عمل میں آیا، اوقات کا روزانہ 8 گھنٹے مقرر کئے جانے کیماں ساتھ محنت کشوں کے نبیادی سہولیات کی فراہمی کے حقوق بھی تسلیم کئے گئے۔

مزدوروں اور غریبوں کے بارے میں اسلامی تعلیمات

اٹھارویں صدی میں مزدوروں کے حق میں اٹھنے والی اس آواز کو اتنی اہمیت دی گئی مگر اسلام نے اس سے کئی صدیاں پہلے مزدور اور محنت کش کو معاشرے میں غیر معمولی اہمیت دی ہے اور اس حوالے سے تفصیلی بدایات دی ہیں۔ کسی بھی معاشرے میں سب سے

اٹھارہ سو تہتر کی کساد بازاری نے مزدوروں کے حالات کو ناقابل برداشت حد تک سُلیمان بن ادیا، بھوک و افلاس کا شکار مزدور روئی، کپڑا اور مکان کے حصول کیلئے مظاہرے کرنے لگے۔ امریکہ سے اس کا آغاز ہوا۔ 1880ء کے دوران یورپ، شمالی اور لاطینی امریکہ، جاپان، آسٹریا اور دیگر ممالک میں بھی مزدور اپنے حقوق کے تحفظ اور نبیادی سہولیات کی فراہمی کیلئے سرگرم ہو گئے، 1882ء میں جاپان کی ٹراموے و رکریز کی ایک بہت بڑی ہر تال ہوئی مزدور لیڈر گومبر نے دنیا بھر کے مزدوروں کو ایک ہو جائے مزدوروں کا نعرہ دیا، اس کی فیڈریشن نے اجتماعی جدو جہد کے باقاعدہ آغاز کیلئے 1884ء میں ایک بڑا کونشن شکا گو میں طلب کیا، اس موقع پر کی جانیوالی ہر تال دنیا کی پہلی سب سے بڑی عام ہر تال ثابت ہوئی جس میں مطالبہ کیا تھا کہ کیم می 1886ء سے مزدوروں کے اوقات کار 8 گھنٹے مقرر کئے جائیں، یہ بھی فیصلہ ہوا کہ اس مطالبہ کو پورا نہ کرنے کی صورت میں کیم می 1886ء کو بھی عام ہر تال ہو گی۔ اس منعقدہ کونشن 1884ء کے دوران امریکہ کی مختلف ریاستوں میں ایک لاکھ سے زائد کارکنوں نے 22 ہزار مختلف جگہوں پر 3092 ہزار تالیں ہوئیں جبکہ صرف امریکہ میں 5 ہزار ہر تالیں کی گئیں، جن میں تقریباً 3 لاکھ 50 ہزار مزدور حصہ لے رہے تھے، ماسکو میں 1885ء اور فرانس میں 1886ء میں ہونیوالی ہر تالیں بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی تھیں مگر اس وقت کی حکومتوں نے مزدوروں کے ان مطالبات کو نہ تو کوئی اہمیت دی بلکہ مزدوروں کے مطالبات کو تسلیم کرنے کی بجائے ہر تالیں ختم کرنے کیلئے ایسے اقدامات اٹھائے کہ جن سے مزدوروں کی اپنے حقوق کیلئے جاری پر امن تحریک اشتعال اگیزی کا شکار ہوتی چلی گئی، کیم می 1886ء میں ہر تال کا آغاز اسکار پک ہاروسٹر کمپنی شکا گو سے ہوا ان دونوں شکا گو ایک بڑا صفتی شہر ہونے کے باعث مزدور تحریکوں کا مرکز تھا کیم می کے اس مظاہرے میں 80 ہزار مزدوروں نے حصہ لیا۔ سرمایہ داروں نے ہر تال کو ناکام بنانے کیلئے بھرپور کوشش کی مگر ہر تال کا میاںی سے جاری رہی۔ بالائی مور، واشنگٹن، نیو یارک اور جیوٹش جیسے بڑے شہروں میں لاکھوں مزدوروں نے سڑکوں پر آ کر احتجاجی مظاہرے کرنے کے ساتھ اپنے حقوق کیلئے جلوس نکالے، ان احتجاجی مظاہروں میں مظاہرے کرنے کے ساتھ اپنے حقوق کیلئے جلوس نکالے، ان احتجاجی مظاہروں میں سرمایہ داروں اور حکومتی ایماء پر پولیس سمیت دیگر قانون نافذ کر نیوالے اداروں کی فائزگ سے متعدد مزدور بلاک ہو گئے جبکہ سینکڑوں رخی ہونیوالے مزدوروں کی بڑی تعداد فوری اور موثر علاج معالجه نہ ہونے کے باعث مخدود بھی ہوئے اس صورت حال کے باوجود سرمایہ دار اور حکمران مزدوروں کو حقوق کی فراہمی کیلئے قطعی تیار نہ تھے اور استھصال زدہ مزدور طبقہ بھی کسی صورت اپنے حقوق کی جگہ سے دستبردار ہونے کو تیار نہیں تھا، تیسرے روز یعنی 3 مئی کو شکا گو میں لاکھوں مزدور احتجاجی اجتماع میں شریک

کمزور طبقہ ان مزدوروں، محنت کشوں اور غرباء کا ہوتا ہے حالانکہ کسی بھی معاشرے میں ان کے کردار کی اہمیت کو دنیس کیا جاسکتا ہے۔ معاشرے میں تمام لوگ ہی امراء میں شامل ہو جائیں تو وہ یقیناً ان پیشوں کو اپنانے سے اجتناب کریں گے جن کے بغیر معاشرے کی خود خال ہی قائم نہیں رہتی۔ وہ تعمیراتی کام ہوں یا بنیادی ضروریات اور عام استعمال کی چیزوں کی فراہمی۔ ایک صفائی کے پیشوں کو ہی معاشرے سے نکال دیا جائے تو اس کے بعد پیدا ہونے والی ابتری سے معاشرے کی شکل و صورت ہی بدلتے گی۔ اس کے لیے سب سے پہلے غریبوں کے اندر یہ احساس پیدا کرنا ضروری ہے کہ ان کا بھی معاشرے میں ایک عزت کا مقام ہے اور ان کے اندر موجود احساس محروم کا مدد ادا کیا جائے۔ پھر ان کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کے لیے اقدامات کیے جائیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غریب پروردی

قرآن کریم اور احادیث میں اس طبقہ کا خیال رکھنے کے متعلق ہدایات موجود ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اسوہ سے عملی رنگ میں ہدایات دیں ہیں۔ رسول

اللہ کے نزد یک تو تو ناقص مال نہیں

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ زاہر بن حرام نامی ایک دیہاتی اکثر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے گاؤں کی چیزیں تحفہ کے طور پر لا یا کرتا تھا اور آپؐ بھی اس کی واپسی پر شہر کی کوئی نہ کوئی سوغات ضرور عنايت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ آپؐ نے فرمایا ”زاہر ہمارے لئے دیہات ہے اور ہم اس کے لئے شہر ہیں“ حضور گوزاہر سے بے حد انس تھا۔ زاہر کی شکل و صورت اچھی نہ تھی۔ ایک دن وہ اپنا سودا بیچ رہا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے سے آئے اور بے خبری میں اس کی آنکھیں موند لیں۔ اس نے کہا کون ہے مجھے چھوڑ دے۔ مگر جب مژہ کر دیکھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے جس پر وہ اپنی کمر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک پر ملنے لگا۔ آپؐ نے فرمایا یہ غلام کون خریدتا ہے۔ زاہر کہنے لگا یا رسول اللہ! توبہ تو آپؐ مجھے ناقص مال پائیں گے۔ آپؐ نے فرمایا مگر اللہ کے نزد یک تو تو ناقص مال نہیں ہے۔“ (شماں الترمذی باب فی مزاج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ایک محنت کرنے والے شخص کی یہ عزت کہاں نظر آتی ہے۔

غريب اور محنت کش کی عزت نفس

آپؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاشرے میں اپنے آپؐ کو سب سے کمزور سمجھنے والے کی کس طرح عزت نفس قائم فرمائی۔ آپؐ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ ”ہر کمزور اور ضعیف آدمی جنتی ہے“ (بخاری) آپؐ غرباء کو کھانے وغیرہ کی دعوتوں میں بلانے کی تحریک کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ”وہ دعوت بہت بری ہے جس میں صرف امراء کو بلا یا جائے اور غرباء کو شامل نہ کیا جائے۔“ (بخاری) حضرت معاویہؓ بن حکم نے بکریاں چرانے والی لوڈی کو اس بات پر تھپڑا مار دیا کہ ایک بکری بھیڑیا لے گی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ذکر ہوا تو آپؐ پر یہ بات بہت گراں گز ری۔ معاویہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اسے آزاد نہ کر دوں؟ آپؐ نے اسے آزاد کرنے کا ارشاد فرمایا۔ (مسلم) غرض بھی ایسا نہیں ہوا کہ آپؐ کے سامنے کسی مظلوم، غریب، بے کس کا ذکر ہو تو آپؐ جس حد تک بھی ممکن ہو اس کی مدد نہ فرمائی ہو۔ بے کس خواہ کسی ملک اور قوم کا ہو اس کی مظلومیت کا حال سن کر آپؐ بے چین ہو جاتے تھے۔ مہاجرین جب شجاعت مذینہ واپس لوٹے تو نبی کریمؐ نے اس

قرآن کریم اور احادیث میں اس طبقہ کا خیال رکھنے کے متعلق ہدایات موجود ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس سال کی عمر میں نور نبوت عطا ہوا۔ جس وقت آپؐ صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی نازل ہوئی اس وقت آپؐ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجؓ کے پاس گئے۔ آپؐ صلی اللہ علیہ وسلم کسی قدر متکرر تھے تو انہوں نے آپؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان الفاظ سے تسلی دی۔

”خدا کی قسم اللہ تعالیٰ آپؐ کو بھی رسوائیں ہونے دے گا۔ آپؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر کرنے کی کوشش کرتے ہیں، مہمان نواز ہیں، ضروریات حق میں امداد کرتے ہیں۔“ (بخاری کتاب کیف کان بدء الوجی اہل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

معاشرے میں موجود کمزور طبقہ کا خیال رکھنے کا وصف بعثت سے پہلے ہی آپؐ صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود تھا۔ بعثت سے قبل مکہ میں مظلوموں کی امداد کے لیے ہونے والے معاهده حلف الغضوں میں بخوبی شمولیت بھی اسی وصف کو اجاگر کرتی ہے۔ بھی وجہ ہے کہ نبوت ملنے کے بعد آپؐ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں کی اکثریت اسی طبقہ سے تعلق رکھتی تھی۔ انہیں جب یہ پیغام دیا گیا کہ ایک خدا ہے جس کی ہم سب مخلوق ہیں اس لیے بحیثیت انسان سب کے حقوق برابر ہیں تو اس بات نے آپؐ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں میں کالے، گورے، امیر، غریب سب کو شامل کر دیا۔ غرباء کو مساوی حقوق ملنے پر ان میں عزت نفس قائم ہوئی ان میں آگے بڑھنے اور معاشرے کی تعمیر و ترقی میں پہلے سے بہتر کردار ادا کرنے کا جذبہ پیدا ہوا۔ یہ صرف کہنے یا سانسکی باطنی نہیں تھیں بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بے شمار ایسے واقعات ملتے ہیں کہ جہاں ان باتوں کی عملی تصویر دکھائی دیتی ہے۔

ایک غلام کا اپنے والدین پر اپنے آقا کو ترجیح دینا

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں غلام محنت کشی کے لیے ہوتے تھے۔ حضرت زیدؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے۔ عمر چھوٹی تھی۔ ان کے والد انہیں ڈھونڈتے ڈھونڈتے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور حضرت زیدؓ کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بخوبی ان کے لے جانے پر رضا مندی کا اظہار فرمایا۔ لیکن حضرت زیدؓ نے

جا کر رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ پنجی راضی ہے اس لئے ہم بھی راضی ہیں۔ یوں آپ ﷺ نے جلیب کی شادی کروادی۔ (احمد) کئی اور موقع پر آپ ﷺ نے غرباء کا رشتہ کروا یا۔ اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زیدؑ کا رشتہ اپنے رشتہ داروں میں کروا یا۔ آپ ﷺ نے یہ بھی تلقین کی کہ رشتہ کرتے وقت دین داری کو ترجیح دو۔

بنیادی سہولیات کی فراہمی کی تعلیم

قرآن میں ایسی تعلیم ہے جس پر عمل کرنے کے نتیجے میں محنت کش اور غرباء کا طبقہ بنیادی سہولیات کو بڑی آسانی سے حاصل کر لیتا ہے۔ قرآن کریم نے زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا اور یہ حکم صرف ایک دفعہ نہیں دیا بلکہ اسے بار بار دھرا یا ہے۔ زکوٰۃ کیا ہے؟ زکوٰۃ مال داروں سے لی جاتی ہے اور اسے غرباء پر خرچ کیا جاتا ہے۔ اس طرح دولت چند افراد تک محدود نہیں ہوتی بلکہ جتنا کوئی زیادہ مال جمع رکھتا ہے اسے اتنی ہی زیادہ زکوٰۃ دینی پڑتی ہے۔ دولت کی اس تقسیم سے سب سے زیادہ فائدہ غرباء کو ہوتا ہے۔ اگر صاحب نصاب لوگ باقاعدگی اور دیانت داری سے زکوٰۃ دیتے رہیں تو غرباء کو معاشی طور پر مستحکم کرنے کے لیے منصوبہ بندی کا دائرہ بھی بہت وسیع بن سکتا ہے۔

کمزور طبقہ پر مال خرچ کرنے کی اسلامی تعلیم

غیر کا خیال نہ رکھنے کی ایک وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ اس طبقہ کے ساتھ وابستہ مفادات نہ ہونے کے برابر ہوتے ہیں۔ ایک امیر کیوں اپنا مال غریب کو دے۔ قرآن کریم نے غرباء کا خیال رکھنا نیکی بلکہ بڑی نیکی شمار کیا ہے۔ ان سے حسن سلوک کے نتیجے میں خدا خوش ہوتا ہے۔ خدا کے رضا کی خاطر ہونے والے کام میں دنیاوی اغراض معدوم ہو جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے انسان دلی خوشی اور بشاشة سے وہ کام کرتا ہے اور اسے اموال کے خرچ کے بعد کسی قسم کا لائق نہیں ہوتا سوائے خدا کی رضا کے۔

اسلامی تعلیم کا حسین امتحان

اسلام کی غریب پروری کی تعلیم میں بڑا ہی حسین امتحان ہے۔ ایک طرف تو عزت و تو قیر قائم کرتے ہوئے ان کا خیال رکھنے اور ان پر مال خرچ کرنے کی تلقین فرمائی۔ اس کا ایک نتیجہ یہ نکل سکتا تھا کہ معاشرہ میں غرباء کی تعداد زیادہ ہو جاتی اور محنت مزدوروی ترک کر دیتے۔ اس لیے اسلام نے غریبوں کی عزت و تو قیر قائم کرنے کے بعد ان کو اپنے پاؤں پر گھرا ہونے اور خود اپنی روزی کمانے کی مسلسل تلقین فرمائی تاکہ کوئی بھی طبقہ معاشرے پر بوجھنے بنے۔ بہت سے لوگ مزدوروں سے ان کی طاقت اور وسعت سے زیادہ کام لیتے ہیں یہ طریقہ بھی پسندیدہ نہیں ہے، اس سلسلے میں اسلام کی بدایت یہ ہے سرکار دو عالم مصلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان کی وسعت اور طاقت سے زیادہ ان کو کسی کام کا مکلف مت بناؤ اور اگر مکلف کرو تو (اس کام میں) ان کی مدد بھی کیا کرو۔

(صحیح البخاری: 1/ 52، رقم الحدیث: 29)

اسلامی تعلیمات میں مزدوروں، محنت کشوں، غریبوں اور کمزوروں کے بارے میں ایسے حسین تعلیم ملتی ہے جس کا عشر عشیر بھی کہیں اور نظر نہیں آتا۔ مزدوروں کے نام سے ایک دن مقرر کر لینے سے ان کے حقیقی مسائل حل نہیں ہوتے بلکہ ان کا حل اسلام کی حقیقی اور فطرتی تعلیم میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس تعلیم پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

نے دریافت فرمایا کہ ملک جب شہ میں تم نے کیا کچھ دیکھا۔ وہاں کی کوئی دلچسپ بات تو نہ ہے ایک نوجوان نے یہ قصہ سنایا کہ ایک دفعہ ہم جب شہ میں بیٹھے تھے۔ ایک بڑھا یا کا ہمارے پاس سے گزر ہوا۔ اس کے سر پر پانی کا ایک گھڑا تھا وہ ایک بچے کے پاس سے گزری تو اس نے اسے دھکا دیا اور وہ گھنٹوں کے بل آگری۔ گھڑا نوٹ کیا۔ بڑھا یا اور اس بچے کو کہنے لگی اے دھو کے باز بد بخت! تجھے جلد اپنے کئے کا انجام معلوم ہو جائے گا جب اللہ تعالیٰ اپنی کرسی پر جلوہ افروز ہو گا اور فیصلہ کے دن پہلوں اور پچھلوں سب کو جمع کرے گا۔ ہاتھ اور پاؤں جو کچھ کرتے تھے خود گواہی دیں گے۔ تب تمہیں میرے اور اپنے معاملے کا صحیح علم ہو گا۔ رسول اللہ نے جوش ہمدردی سے فرمایا اس بڑھیانے سچ کہا اللہ تعالیٰ اس قوم کو کیسے برکت بخشے اور پاک کرے گا جس کے کمزوروں کو طاقتوروں سے ان کے حق دلائے نہیں جاتے۔ (السیرۃ الحلبیہ)

ضرورت مند کو سوال سے بچانے کے لیے رسول کریم ﷺ فرمایا کرتے کہ میرے نکل مستحقین کی سفارش پہنچا دیا کرو تمہیں اس کا اجر ملے گا۔ باقی اللہ جو چاہے ہے اپنے رسول کی زبان پر اس ضرورت مند کے بارہ میں فیصلہ فرمائے گا۔ (بخاری)

آپ ﷺ کو غریبوں کا بہت زیادہ خیال رہتا تھا۔ حضرت ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک غریب مسجد میں آیا۔ رسول اللہ نے صدقہ کی تحریک فرمائی کہ لوگ کچھ کپڑے صدقہ کریں۔ لوگوں نے کپڑے پیش کر دیئے۔ حضورؓ نے دو چادریں اس غریب کو دے دیں۔ اس کے بعد آپؓ نے پھر صدقہ کی تحریک فرمائی تو وہی غریب اٹھا اور دو میں سے ایک چادر صدقہ میں پیش کر دی۔ رسول اللہ نے اسے آواز بلند فرمایا کہ اپنا کپڑا اوپس لے لو۔ (ابوداؤ)

مقروض کا خیال

انسان کا رو بار کرتا ہے۔ محنت سے روزی روٹی کا بندوبست کرتا ہے لیکن بعض اوقات کاروبار میں نقصان ہو جاتا ہے اور نقصان اس قدر ہوتا ہے انسان مقروض ہو جاتا ہے۔ ایسے وقت میں اگر اسے سنبھال لیا جائے تو معاشرے کا ایک مفید وجود ضائع ہونے سے سچ جاتا ہے۔ رسول اللہؐ کے زمانے میں ایک شخص نے بھلوں کے کاروبار میں بہت نقصان اٹھایا۔ قرض بہت زیادہ ہو گیا۔ نبی کریمؐ نے اس کے لیے صدقہ کی تحریک فرمائی لوگوں نے صدقہ دیا مگر جتنا قرض تھا انی رقم اکٹھی نہ ہو سکی۔ رسول اللہؐ نے قرض خواہوں کو فرمایا کہ جو ملت ہے لے لو۔ باقی چھوڑ دو اور معاف کر دو۔ (احمد)

مزدور اور غریب کا رشتہ

کبھی غربت کسی کو معاشرے کا حصہ بننے میں رکاوٹ ڈال دیتی ہے۔ اس طرح کا معاملہ بعض اوقات رشتہ کرتے ہوئے سامنے آ جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ایک غریب صحابی جلیب کے رشتہ کا پیغام ایک انصاری لڑکی کے والد کو بھجوایا۔ وہ کہنے لگے میں اس کی ماں سے مشورہ کرو نگا۔ اس آدمی نے جب بیوی سے مشورہ کیا تو وہ کہنے لگی کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم جلیب جیسے غریب آدمی کو رشتہ دے دیں حالانکہ اس سے پہلے ہم اس سے بہتر رشتہ رکھچے ہیں۔ لڑکی پر دے میں رہی تھی کہنے لگی کیا تم رسول اللہ ﷺ کے حکم کو موزو گے، اگر حضور راضی ہیں تو نکاح کر دو۔ چنانچہ اس کے والد نے

ڈھائی ہزار سال قبل از مسیح کی کشتی دریافت

(اس ہزاروں برس پرانی کشتی کی لکڑی اتنی نازک ہے کہ اسے سالم شکل میں نکالنا ممکن ہے۔ ایک ایسی کشتی ملی ہے، جو اس جھیل سے باہر لانے کا عمل کئی ہفتے جاری رہے گا۔)

کھود کر بنائی گئی لکنیو کی خاصیت

بڑے بڑے درختوں کے تنوں کو کھود کر کھوکھلا کرنے کے بعد بنائی گئی کشتیاں اصطلاحاً Dugout Canoes کہلاتی ہیں۔ پانی پر سفر کے لیے بنائے گئی ایسی کشتیاں قبل از تاریخ کے دور میں انسانی آمد و رفت، ماہی گیری اور اشیاء کی نقل و حمل کے لیے استعمال کی جاتی تھیں۔



اب تک ماہرین کو ایسے شواہد بھی مل چکے ہیں کہ اس خطے میں آباد انسان ہزاروں برس قبل بھی ایسی ہی کشتیوں کے ذریعے جھیل کونشنس پر کیا کرتے تھے۔

آثار قدیمہ کی ماہر ژولیا گولڈ ہامر کے مطابق، (اس دور میں جب کوئی سڑکیں نہیں ہوتی تھیں اور آلبی سفر ہی آمد و رفت کا زیادہ آسان طریقہ تھا، تب ایسی کشتیوں کے ذریعے ان کی جسمات اور شکل صورت کی وجہ سے طویل فاصلوں تک سفر مقابلتاً جلد اور آسانی سے مکمل کر لیے جاتے تھے۔)

جھیل کی تہہ میں موجود خزانے

ژولیا گولڈ ہامر اور ان کے ساتھ ہائزر شوار برگ کا تعلق جنوبی جرمن صوبے باویریا میں آثار قدیمہ کے محافظ ریاستی مکھے سے ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جھیل کونشنس میں ایسی ہی کئی اور کشتیاں بھی پانی کی تہہ میں موجود ہیں۔

ہائزر شوار برگ نے جرمن نیوزا یونیورسٹی پی اے کو بتایا، (اس دور میں بھی حادثات ہوتے تھے۔ انتہائی شدید موئی حالات سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا۔) ہمیں اس جھیل کے ارد گرد کے علاقوں میں زمانہ قبل از تاریخ کی انسانی آبادیوں کے بہت سے آثار مل چکے

جنوبی جرمنی میں جھیل کونشنس کی تہہ میں ماہرین کو تقریباً ڈھائی ہزار سال قبل از مسیح کے دور کی ایک ایسی کشتی ملی ہے، جو اس جھیل سے آج تک ملنے والی قدیم ترین کشتی ہے۔ اسے باہر نکالا بہت ستر فوت اور پیچیدہ عمل ہو گا۔

یہ ایک ایسی مقابلاً پتلی اور لمبی کشتی ہے، جو canoe کہلاتی ہے اور جسے ایک بڑے درخت کے تنے کو کھوکھلا کر کے بنایا گیا تھا۔ تقریباً ساڑھے چار ہزار سال پرانی اس کشتی کی لکڑی انتہائی نرم ہو چکی ہے اور اسے بڑی احتیاط سے گر کئی حصوں میں ہی جھیل سے باہر نکالا جاسکے گا۔



جنوبی جرمن صوبے باڈن و رنبرگ کی وزارت اقتصادیات نے بتایا کہ اس کشتی کی لمبائی آٹھ میٹر (تقریباً 26 فٹ) ہے اور اسے جھیل سے باہر نکالنے کا کام روایت ہفتہ شروع کر دیا گیا۔ ماہرین کا اندازہ ہے کہ یہ کشتی دو ہزار چار سو سال اور دو ہزار تین سال قبل از مسیح کے دور میں کسی وقت بنائی گئی تھی۔

بآمدگی صرف کئی حصوں میں ہی ممکن

اس قدیم ترین لکنیو کی جھیل کونشنس کی تہہ میں موجودگی کا ابتدائی اندازہ دو ہزار انچارہ کی پہلی ششماہی میں لگایا گیا تھا، مگراب حقیقی شاخت اور تصدیق کے بعد اسے پانی سے نکالنے کا کام شروع کر دیا گیا ہے۔ باڈن و رنبرگ کی صوبائی حکومت کے مطابق ماضی میں اسی جھیل سے جو بہت پرانی کشتیاں ملی تھیں، وہ اس سے بہت چھوٹی تھیں اور انہیں پورے کا پورا ہی پانی سے نکال لیا گیا تھا۔ اپنی نوعیت کی اس تازہ مگر قدیم ترین دریافت کو تاہم اس کی جسامت اور بہت نرم ہو چکی لکڑی کی وجہ سے ایک ہی بار پورے کا پورا پانی سے نکالنا ممکن نہیں ہو گا بلکہ اسے کئی حصوں میں ہی خشکی پر لا جائے گا۔

موت کی دلیل پر

بیں۔ اس لیے یہ بات یقینی ہے کہ اب تک کئی کشتیاں نکالے جانے کے باوجود آج بھی اس جھیل کی تہہ میں کئی ایسی کشتیاں موجود ہیں، جو ہزاروں برس قبل پانی میں ڈوب گئی تھیں۔

اپنے اندر چھپے خزانوں کی محافظت جھیل

ہائنز شوار برگ کہتے ہیں کہ اب جس کشتی کو باہر نکالنے کا کام شروع کیا گیا ہے، اس کی طرح اس جھیل کی تہہ میں موجود دیگر کشتیاں بھی ابھی تک اچھی حالت میں ہوں گی۔ اس کا سب اس جھیل کے مخصوص اندر والی ماحولیاتی حالات ہیں۔

انہوں نے کہا، اس جھیل میں خاص طور پر ایسے قدیم نوادرات اس لیے محفوظ رہتے ہیں کہ ایک تو وہ گل سڑ جانے کے قدرتی عمل کا سبب بننے والی ہوا سے دور ہوتے ہیں اور دوسرے وقت کے ساتھ ساتھ وہ جھیل کی تہہ میں بندرتخ بننے والی باریک ریت اور مٹی کی چادر کے نیچے دب جاتے ہیں۔ ٹولیا گولڈ ہامر کہتی ہیں، اس جھیل کا ماحولیاتی نظام ایسے تاریخی نوادرات کی دریافت کے لیے بہترین ہے۔ اس لیے کہ اس جھیل کی تہہ میں پہنچ جانے والی اشیاء آسانی سے شکست و ریخت اور ٹوٹ پھوٹ کے عمل کا شکار نہیں ہوتیں۔

جھیل کو نشانس کے بارے میں کلیدی حقائق

جھیل کو نشانس جنوبی جمنی میں ایک ایسی بہت بڑی جھیل ہے جس کے جغرافیائی طور پر تین حصے ہیں: بالائی جھیل، رائیں جھیل اور زیریں جھیل۔ اس جھیل کے کنارے تین مختلف یورپی ممالک کی سرحدوں سے ملتے ہیں۔ یہ ممالک جرمونی، سوئیٹر لینڈ اور آسٹریا ہیں۔ یہ جھیل، جسے جرمون زبان میں (بودن زے) کہتے ہیں، ایسے وسیع و عریض نیشنی علاقے میں واقع ہے، جہاں سے کچھ ہی دور ایڈپس کے پہاڑی سلسلے کا آغاز ہوتا ہے۔ اس جھیل کے کناروں کی مجموعی لمبائی 273 کلومیٹر ہے، جس میں سے 173 کلومیٹر کا علاقہ جرمونی میں ہے۔ اپنے مجموعی رقبے کے لحاظ سے جھیل کو نشانس مغربی یورپ کی تیسرا سب سے بڑی جھیل ہے۔ اپنے قدرتی حسن، اقتصادی اہمیت اور ماحولیاتی نظام کی وجہ سے انتہائی منفرد حیثیت کی حامل یہ جھیل اتنی بڑی ہے کہ اس میں بہت سے قدرتی جزیرے بھی ہیں۔ ان میں سے دو ہزار مرلیں میٹر سے زیادہ رقبے والے جزیروں کی تعدادوں ہے۔ اس جھیل میں 45 مختلف قسموں کی مچھلیاں پائی جاتی ہیں اور اس کا شمار دنیا کی انتہائی اعلیٰ معیار کے پانی والی جھیلوں میں ہوتا ہے۔

م/م/ع (اے ایف پی، ڈی پی اے)



امۃ الباری ناصر



تقسیم در تقسیم کا عمل

تحریر: غضنفر حنفی



میں اہم کردار ادا کرتے ہیں جبکہ پاکستان میں شیزان نامی ایک عالمی طرز کے برائند کو نست و نابود کیا گیا یہی نہیں حکیم سعید صاحب فرقہ واریت کی بھینٹ چڑھے جن کا ہمدرد دواخانہ دنیا بھر میں اپنی منفعت کی منفرد کمپنی ہے جو ہر جل ادویات کے علاوہ مشروبات بنانے میں بھی عالمی معیار کی حامل کمپنی ہے۔ پاکستان کے ایک سامنہ دن ڈاکٹر عبدالسلام جنوبی انعام یافت تھے انہوں نے آواز کی ریز کور دیافت کیا جس کی بنیاد پر آج انڈرائیڈ فون دنیا بھر کی مارکیٹ سے سب سے زیادہ منافع سمیت رہا ہے۔ کیا یہ ممکن نا تھا کہ ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کی اس شاہ کار دریافت کو اپنے پاس رکھ کر سائنس کے میدان میں قدم رکھا جاتا اور دنیا کو سخر کرنے کا سہرا اپنے سر پر سجا جایا جاتا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ یہ عظیم دریافت بھی فرقہ واریت کی نذر ہو گئی۔ مالی فوائد وہ لے کر جا رہے ہیں جو شریک سفر بھی نہیں تھے اور جو مسخر تھے وہ در بدر کی ٹھوکریں کھاتے ہوئے اس دنیا سے دوسرے چہاں منتقل ہو چلے۔ کراچی جو غربیوں کا ان داتا تھا جو روشنیوں کا شہر آج وہی شہر بوری بندلاشوں پر ماتم کدہ بن رہا ہے۔ اسی ملک کا شہر لا ہور جو دلوں کا شہر ہے جہاں محبت پلتی ہے وہاں بھی سانحہ ماڈل ٹاؤن اور حال ہی میں یتیم خانہ چوک پر ظلم جبر تشدید کا قرض اس شہر کا مقدر شہر آخ رس کی نظر اس خطے کو لوگی کے جہاں محبت، اخوت بھائی چارہ فرض ہونا چاہیے وہاں نفرتیں پل رہی ہیں انسان انسان کو کھائے جا رہا ہے ادویات سے لے کر خوارک تک سب کچھ ملاوٹ شدہ جو نسل نو کا قاتل ہے ایسی خرابیوں کو کون پرواں چڑھا رہا ہے۔ اس پر سوچنا بہت ضروری ہے ارباب اختیار کا فرض بتا ہے کہ اس نازک و حساس معاملے کو نظر انداز نہیں کیا جانا چاہیے بلکہ اس پر تمام سیاسی جماعتوں اور مذہبی مکاتب فکر کو ایک پلیٹ فارم پر لا گیں اور ایک نئے دور کا آغاز کریں جہاں سیاسی ہم آہنگی اور مذہبی بھائی چارہ پنپ سکے جو آج کے عہد کا آنے والی نسلوں کے لئے امن سکون کا باعث ہو اگر اس مسئلے کو سنجیدہ نہیں لیا گیا تو کل پاکستان کی ہر گلی میں فرقہ واریت کی بنیاد پر لوگ اپنے اپنے مذہبی اور سیاسی ملک کو بنیاد بنا کر ایک دوسرے سے علیحدگی کا اعلان کرتے پھر رہے ہوں گے۔ عدم برداشت کی کیفیت نے اس خطے کا امن برداش کر دیا ہے۔ اس ملک کے باہی آخر مجبور، مجموع اور مقتوض کیوں ہیں کیا کبھی ہم نے اس سوال کا جواب کھوجنے کی کوشش کی ہے اگر کی ہوتی تو اس کا سد باب ضروری ہے۔ جب تک اس خطے سے مذہبی فرقہ واریت اور عدم برداشت کو جر سے اکھاڑ کر پھینکنے کے لئے عملی اقدامات نہیں کئے جاتے یہاں کی نسلیں مقروض ہی پیدا ہو کر موت کی آغوش میں جاتی رہیں گی۔

اگر ہم بر صغیر پاک و ہند کی تاریخ پر ایک طائرانہ نظر دوڑا نہیں تو معلوم پڑتا ہے کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے راج نہیں ہونے کے قریب اس خطے میں فرقہ وارانہ فکر کی بنیاد پڑی۔ ہندوستان و پاکستان کے قیام کے بعد بغل دیش کا الگ ہونا اس خطے کی تاریخ کے سینے پر ایک گہر اگاؤ ہے ایک وقت تھا کے علامہ اقبال اپنی شاعری میں سارے جہاں سے اچھا ہندوستان ہمارا کا زکر کرتے ہوئے نظر آتے ہیں تو دوسری طرف بعد میں علامہ صاحب نے اس خطے کے مسلمانان کے لئے الگ وطن کا تصور پیش کیا جس کی عملی شکل پاکستان کی شکل میں سامنے آئی ابتدائی دو دہائیوں کے بعد پھر سے اس خطے میں تقسیم کا عمل تاریخ کا حصہ ہے جس سے انکار ممکن نہیں۔ اگر ہم غیر جانبداری کی بنیاد پر ایسے عوامل کا شعوری تجربہ کریں تو ہم اس نتیجے پر پہنچ جاتے ہیں کہ صدیوں کی تاریخ میں جب توڑ پھوڑ کا عمل شروع ہوتا ہے کسی ایک ملک کے بطن سے دوسرے ممالک جنم لے سکتے ہیں۔ اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کے دنیا میں ملک بننے ہیں اور کچھ ممالک مٹ بھی جاتے ہیں یہ تاریخ کا اپنا ایک عمل ہے جس میں قوموں کی نیک بیانیں انھیں عروج کی طرف لے جاتے ہیں تو دوسری طرف قوموں میں اگر فرقہ وارانہ سوچ سراحت کر جائے تو ملک مٹ بھی جاتے ہیں۔ قرقہ وارانہ سوچ ہمیشہ قوموں کو منفی ڈگر کی طرف لے جاتی ہے جہاں ترقی کے تمام تر راستے مسدود ہو جاتے ہیں۔ پاکستان بننے کے بعد دانستہ یا غیر دانستہ طور پر اس خطے میں کچھ حالات اس سمت مسخر ہوئے کے جہاں عدم برداشت کے فلسفے نے جنم لیا جہاں بھائی چارے نے پہنچا ہوا ہاں ایک دوسرے سے دوری اختیار ہونے لگی مذہبی تفرقہ بازی نے اپنے خوار پنجے ایسے گاڑھے کے محبت کے بجائے نفرتوں نے جنم لینا شروع کیا جہاں مسجدوں تک کے نام دیئے جانے لگے یہ دیوبندی کی مسجد ہے، بریلوی کی ہے، اہل حدیث کی ہے، اہل تشیع کی ہے اور یوں عموم تقسیم ہونے لگے جس سے معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوا۔ جب معاشرہ استقامت سے عاری ہوتا ہے تو معاشری اتری ساتھ ساتھ جنم لیتی ہے جہاں باہم اتفاق ناپید اور نفاق کا بول بالا ہونے لگتا ہے۔ جہاں تو معاشری بنا تھا جس کی طرف مسخر ہو کر بیرونی قرضوں کے بوجھ تک دب کر رہ جاتی ہیں۔ پاکستان میں سیاسی جماعتوں سے لیکر مذہبی جماعتوں میں گروہ بندیوں نے جنم لینا شروع کیا پاکستان کی بانی جماعت مسلم لیگ تقسیم ہوئی اور اس طرح دیگر سیاسی تنظیموں میں گروپ بندیوں نے ملک کو سیاسی طور پر کمزور کیا ساتھ مذہبی گروہ بندیوں نے مذہبی طور پر ملک کی تعمیر و ترقی کو غیرفعال کیا جو پاکستان کی عام عوام کے لئے نقصان کا موجب بنا۔ اگر ہم دنیا میں کوئی براہنڈ کی بات کریں تو دنیا بھر سے کوکا کولا اور پیپسی طرز کے مشروبات منافع کمارہ ہے ہیں اور اپنے ملکوں کو طاقتور بنانے

سلطنت عثمانیہ: ارطغرل کون تھے؟



ارطغرل غازی کے نام سے ایک ترک ڈرامہ پاکستان میں دیش پر اردو زبان میں میں اپنے ہمسایوں کے ساتھ دو نشر کیا جا رہا ہے۔ لیکن اردو زبان میں ڈنگ سے قبل یہ ڈرامہ پاکستان میں اس حد تک صدیوں پر پھیلی ہوئی تھی انتہائی سخت تھی۔

ارطغرل کے بارے میں عثمانی روایت

مورخ شیخ فورڈ بے شا اپنی کتاب 'سلطنت عثمانیہ کی تاریخ' اور جدید ترکی، میں اسی دھانی گئی اسلامی تہذیب کی تعریف کرچکے ہیں۔ عثمانی روایات کے مطابق ارطغرل سلطنت عثمانیہ کے بانی عثمان اول کے والد تھے۔ اس کے علاوہ ان کے بارے میں حقائق پر مبنی معلومات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ کئی صدیوں تک دنیا کے ایک بہت بڑے حصے پر حکمرانی کرنے والے اس خاندان اور سلطنت کا آغاز تاریخ کے وہندکوں میں گم ہو چکا ہے۔ تاریخ کی کتابوں میں عثمانی روایات کے علاوہ اس دور کی دو ٹھوس نشانیاں (ایک سکہ اور بازنطینی سلطنت کے مورخ کی ایک تحریر) اور عثمان کے ایک خواب کا ذکر ملتا ہے جس کا ہم آگے چل کر ذکر کریں گے۔ جو بات طے ہے وہ یہ کہ عثمان کا تعلق آج کے ترکی میں اناطولیہ کے علاقے میں آباد ترک خان بدوش قبیلے سے تھا اور اس کی حکومت اناطولیہ کی چھوٹی چھوٹی حکومتوں میں سے ایک تھی جن کی طاقت میں زیادہ فرق نہیں تھا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر عثمان یا پھر ان کے والد نے ایسا کیا کیا کہ صرف اسی خاندان کا راج قبیلے سے چھوٹی ریاست اور پھر اناطولیہ کی بڑی سلطنت بننے سے تین بر اعظموں میں پھیلا اور پھر خلافت میں تبدیل ہوا۔ سلطنت عثمانیہ کی بنیاد 14 ویں صدی کے اوائل میں رکھی گئی اور یہ 20 ویں صدی میں ختم ہوئی۔ اس دوران ایک ہی خاندان سے تعلق رکھنے والے 37 سلطان اس کی مندرجہ بیٹھے۔ ایک مورخ کے مطابق کسی خاندان کا مسلسل اتنی دیر حکومت کرنا مجھے سے کم نہیں ہے۔

مورخ کیرو لائن فنکل اپنی کتاب 'عثمان کا خواب': سلطنت عثمانیہ کی کہانی، میں لکھتی ہیں کہ عثمانیوں کی کامیابی کی وجہات پچھلے بھی ہوں لیکن ان کی اناطولیہ (وہ علاقہ جو کسی

کیا تعلق تھا؟

سلطنت عثمانیہ کے ابتدائی دور کے زمینوں کے کاغذات سے اندازہ ہوتا ہے کہ عثمان کے دور میں اوپرالی نامی بزرگ موجود تھے اور اس بات کی بھی کچھ شہادت ہے کہ ان کی بیٹی عثمان کی دو بیویوں میں سے ایک تھیں۔

ارطغرل کا اناطولیہ

ارطغرل کا اناطولیہ 13 ویں صدی کا اناطولیہ تھا۔ کیرولائن فنکل لکھتی ہیں کہ جس اناطولیہ میں یہ ترک قبائل پہنچے تھے وہاں بہت عرصے سے کئی نسلوں اور مذاہب کے لوگ آباد تھے جن میں یہودی، آرمینیائی، کرد، یونانی اور عرب شامل تھے۔ اس علاقے کے مغرب میں ماضی کے مقابلوں میں بہت کمزور بازنطینی سلطنت تھی (جس کا اختیار اچھے دنوں میں اناطولیہ سے ہوتا ہوا شام تک تھا) اور مشرق میں سلجوق جو اپنے آپ کو رومی سلجوق کہتے تھے۔

13 ویں صدی کے وسط میں میگلوں کے ہاتھوں شکست نے سلجوقوں کو کمزور کر دیا اور وہ میگلوں کو نذرانے دینے پر مجبور ہو گئے تھے۔ ماضی کی دو طاقتور حکومتوں کا اختیار ان کی سرحدوں کے درمیان واقع غیر یقینی صورتحال، کے اس علاقے میں نہ ہونے کے برابر تھا۔ لیکن یہ صرف جنگجوؤں کی آما جگاہ نہیں تھا۔ مہم جوئی کرنے والوں کے علاوہ یہاں والوگ بھی تھے جن کے پاس جانے کے لیے کوئی اور جگہ نہیں تھی۔ فنکل فرنیز، کے اس علاقے کی، جہاں سلطنت عثمانیہ کی بنیاد رکھی گئی، تصویر کھینچتی ہوئے بتاتی ہیں کہ

..... اس علاقے میں خانہ بدشوش، خیم خانہ بدشوش، لیسوں، فوجی مہماں کے شوqینوں، مختلف پس منظروں والے غلاموں، درویشوں، راہبوں اور بکھری ہوئی آبادیوں کے دورے کرتے پادریوں، پناہ کی تلاش میں لٹکے ہوئے بے گھر کسانوں، شہروں، سکون اور مقدس مقامات کی متلاشی بے چین روحوں، سرپرستی کے متلاشی مسلمان اساتذہ اور خطرات سے نذر نے والے تاجروں کی گزرگاہوں کے جال بچھے ہوئے تھے۔

فنکل لکھتی ہیں کہ اس بدانظایی والے علاقے کی خاص بات مسلمان درویشوں کی موجودگی تھی۔ میکی راہبوں کی طرح وہ بھی ہر وقت سفر میں رہتے یا پھر اپنے پیر و کاروں کے درمیان قیام کرتے اور ان کی زندگی روایات کا حصہ بن گئی۔ درویشوں کی کھولیاں علاقے میں اسلام کی اس تصویر کی نشانی تھیں جو اناطولیہ میں سلجوقوں کی سلطنت کے سنی اسلام کے ساتھ عام تھا۔ ملکی نور و جہش اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ ”ترک (خانہ بدشوش) جب اناطولیہ آئے تو صوفی بزرگ بھی ان کے ساتھ ہی آگئے جس پر طاقتور سلجوق حکمرانوں کو کوئی اعتراض نہیں تھا کیونکہ وہ ان صوفیوں کی لوگوں میں مقبولیت کی وجہ سے اپنے علاقوں سے نکل جانے پر خوش تھے۔“ جو شام زید لکھتے ہیں کہ ”اس عمل میں کچھ مسیحی ہلاک اور اپنا علاقہ چھوڑ کر جانے پر مجبور ہوئے لیکن زیادہ تراپنی جگہ پر رہے۔۔۔ کچھ نے اسلام بھی قبول کیا۔۔۔ کچھ ترک صوفی مسلمے مسیحی مذہبی مقامات میں بھی داخل ہوئے جہاں مسیحی اور مسلمان ساتھ ساتھ ایک ہی جگہ پر عبادت کرتے نظر

فنکل لکھتی ہیں کہ عثمان کے دورے ملنے والا واحد سکہ اگر اصلی ہے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ارطغرل یقیناً تاریخی شخصیت تھے۔ اس سکے پر درج ہے ”جاری کر دہ براۓ عثمان ولد ارطغرل“ درج ہے۔ فنکل مزید لکھتی ہیں کہ عثمان کا اپنے نام پر سکہ جاری کرنا ثابت کرتا ہے کہ وہ اس وقت صرف ایک قبائلی سردار نہیں تھے بلکہ اناطولیہ میں اپنے آپ کو سلبوق منگول سلطنت کے سامنے سے باہر ایک خود مختار امیر سمجھنا شروع ہو چکے تھے۔

تاریخ میں عثمانیوں کا پہلا ذکر

فنکل لکھتی ہیں کہ عثمانیوں کا پہلی بارہ کرسنہ 1300 کے قریب ملتا ہے۔ اس وقت کے ایک بازنطینی مؤرخ نے لکھا کہ سنہ 1301 میں بازنطینی فوج کا سامنا عثمان نامی ایک شخص کی فوج سے ہوا۔ ”جنگ بافیوں، کھلانے والی یا لڑائی قسطنطینیہ (ایتنبول)“ کے قریب لڑی گئی تھی اور اس میں بازنطینی فوج کو بری طرح شکست ہوئی۔ لیکن عثمانیوں کا بازنطینی سلطنت کی برابری کرنے میں بھی بہت وقت تھا۔ اور جب ایسا ہوا تو اس کے ساتھ ہی ایک خاندان کا اچانک مگنا می سے نکل کر اتنا آگے آنے کے بارے میں کئی کہانیوں نے بھی جنم لیا۔ مؤرخ کہتے ہیں کہ عثمانی اس لحاظ سے خوش قسمت تھے کہ ان کا علاقہ قسطنطینیہ کے قریب تھا جس سے کبھی بھی کامیابی کی صورت میں بڑا انعام یقین تھا۔

عثمان کا خواب

مؤرخ یلیسلی پی پیرس نے اپنی کتاب ”دی امپیریل ہرم: ویکن اینڈ سورینی“ ان دی اٹومن ایمپریز میں لکھا ہے کہ سلطنت عثمانی کے آغاز کے بارے میں سب سے زیادہ سئی جانے والی روایت کے مطابق عثمان نے اپنی ابتدائی کامیابیوں کے بعد ایک خواب دیکھا تھا۔ اس خواب میں انھوں نے دیکھا کہ ایک درویش شیخ ادیباً کے سینے سے چاند خودار ہوتا ہے اور اس کے اپنے سینے میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس پیٹ سے ایک بہت بڑا درخت نکلتا ہے جس کا سایہ پوری دنیا پر چھا جاتا ہے۔ اس درخت کی شاخوں کے نیچے چشمے بہتے ہیں جن سے لوگ پانی پیتے ہیں اور کھیت سیراب ہوتے ہیں۔ عثمان نے جب شیخ ادیباً سے تعبیر پوچھی تو انھوں نے کہا کہ خدا نے عثمان اور اس کی اولاد کو دنیا کی حکمرانی کے لیے چن لیا ہے اور انھوں نے کہا کہ ان کے سینے سے نکل کر عثمان کے سینے میں داخل ہونے والا چاندان کی بیٹی ہے اور جو اس خواب کے بعد عثمان کی الہیہ بن گئی۔ فنکل لکھتی ہیں کہ ابتدائی عثمانی سلطانوں کو اپنے آغاز کی تاریخ معلوم کرنے سے زیادہ لچپی دوسروں پر حکومت کے اپنے حق کو ثابت کرنے میں تھی اور ان کے نزدیک ان کی سلطنت کا آغاز ایک خواب سے ہوا تھا جو عثمان نے ایک بزرگ درویش کے گھر میں قیام کے دوران دیکھا تھا۔ وہ مزید لکھتی ہیں کہ اس خواب کی کہانی کے حق میں دستاویزی ثبوت بھی تاریخ میں ملتا ہے اور وہ یہ ہے کہ

آتے تھے،

ارطغرل کا مزار

باہری مسجد کیس، بھارتی سپریم کورٹ کا شاہرخ سے رابطے کا اکٹشاف



بھارتی سپریم کورٹ بار ایسوی ایشن کے صدر نے اکٹشاف کیا ہے کہ حال ہی میں ریٹائر ہونے والے سپریم کورٹ کے چیف جسٹس بوڑے باہری مسجد تازعے میں شاہرخ خان سے ثالثی کرانا چاہتے تھے۔

خیال رہے کہ جسٹس اے بوڑے 2 روپیں ہی بھارتی سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کے عہدے سے ریٹائر ہوئے ہیں، وہ باہری مسجد کیس پر فیصلہ سنانے والے پانچ ججوں میں شامل تھے۔ جسٹس بوڑے کے اعزاز میں سپریم کورٹ بار ایسوی ایشن کی جانب سے ہونے والی اوداعی تقریب میں بار کے صدر اور سینٹر وکیل وکاس سنگھ نے اکٹشاف کیا کہ جسٹس بوڑے چاہتے تھے کہ ایودھیا کا مسئلہ ثالثی سے حل ہو جائے اور اس کے لیے وہ بابی وڈا کار شاہرخ خان کی خدمات لینا چاہتے تھے۔ ایڈ ووکیٹ وکاس سنگھ کے مطابق جسٹس بوڑے کے کہنے پر انہوں نے شاہرخ خان سے بات بھی کی جس پر وہ راضی ہو گئے کیونکہ وہ خوب بھی سمجھتے تھے کہ ثالثی ہی سب سے بہتر راستہ ہے جس کے ذریعے ہندو مسلمان مل جل کر رہے تھے ہیں۔

وکاس سنگھ کے مطابق بد قسمتی سے ثالثی کا عمل آگئے نہیں بڑھ سکا اور عدالت نے اپنا فیصلہ سنادیا۔ خیال رہے کہ 9 نومبر 2019 کو بھارتی سپریم کورٹ کے چیف جسٹس راجنگن گنگوئی کی سربراہی میں 5 رکنی بنیٹ نے باہری مسجد کیس کا فیصلہ سنایا تھا۔

بھارتی سپریم کورٹ نے باہری مسجد کی زمین ہندوؤں کے حوالے کرتے ہوئے کہا تھا کہ مسلمانوں کو ایودھیا میں مقابل جگہ دی جائے، سنی وقف بورڈ کو 15 ایکڑ مقابل زمین دی جائے۔



سوگت کے علاقے (جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ ارطغرل کو سلجوق سلطان سے ملا تھا) میں ارطغرل کے نام کی ایک چھوٹی سی مسجد اور ایک مزار ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ ارطغرل کے بیٹے نے ان کے لیے بنائی اور پھر جس میں عثمان کے بیٹے ارہان نے اضافہ کیا۔ کیرولائن فنکل لکھتی ہیں کہ اس مسجد اور مزار پر اتنی بار کام ہوا ہے کہ اس کی پہلی تغیرے کوئی نہیں بھی اس لیے کسی عمارت کے بارے میں پورے اعتبار سے نہیں کہا جا سکتا کہ وہ عثمان کے دور کی ہے۔ انہوں نے مزید لکھا کہ 19 ویں صدی کے آخر میں سلطان عبدالحمید دوم نے کمزور ہوتی سلطنت کی ساکھ بہتر کرنے کے لیے اپنے آباً احمد دی کی شہرت کا سہارا لینے کی کوشش کی اور سوگت میں ارطغرل کا مزار از سر نو تعمیر کیا اور عثمانی شہیدوں کا ایک قبرستان بنایا۔

ارطغرل کی زندگی پر ٹوپی ویڈیو میں کیوں؟

امیر مکن یونیورسٹی آف بیروت کے ماہر بشریات جوش کارنی نے مذہل ایسٹرن رو یو میں شائع ہونے والے ایک مضمون میں سوال اٹھایا کہ ”ترک حکومت نے کیسی مشہور کرداروں کو چھوڑ کر آخراً طغرل کا ہی انتخاب کیوں کیا؟“

ماہنما جوش کارنی کہتے ہیں کہ سلطنت عثمانی میں سلطان سلیمان (1520-1566) اور عبدالحمید دوم (1909-1876) کی شہرت ارطغرل سے بہت زیادہ ہے لیکن ارطغرل پر ٹوپی ویڈیو میں بنا بغیر وجہ نہیں۔ ترک ٹوپی ویڈیو چینل میں آرٹی کی دنیا بھر میں انتہائی کامیاب سیریز دیر ٹیلیس ارطغرل، ان کے قائم قبیلے کی اناطولیہ میں مختلف دشمنوں سے لڑتے ہوئے پیشافت پر منی ہے۔ نتیجتاً جبکہ تاریخی کردار ارطغرل کے بارے میں بہت کم لوگ جانتے ہیں میں آرٹی کا کردار ترکی میں اور ترکی سے باہر مقبول ہے اور لوگ اس سے پیار کرتے ہیں۔

سن 2018 میں لکھے گئے اس مضمون میں کارنی کہتے ہیں کہ اس سیریز کے کئی پہلو ترکی میں ہونے والے آئینی ریفارمنٹ کے اشتہاروں میں واضح تھے جس سے کوئی شک نہیں رہتا کہ تاریخ اور پاپور کلچر کو سیاسی فائدے کے لیے اکٹھا کر دیا گیا ہے۔ کارنی کہتے ہیں کہ ایک ایسے کردار کے بارے میں میں آرٹی ویڈیو میں بنا نہیں، جسے لوگ نہیں جانتے، آسانی یہ ہے کہ اس کو کسی بھی رنگ میں پیش کیا جاسکتا ہے۔۔۔ (جبکہ) مقبول شخصیات کی خوبیوں اور خامیوں کے بارے میں لوگ آگاہ ہوتے ہیں۔

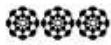
کارنی کہتے ہیں کہ اس سے پہلے سلطان سلیمان کے بارے میں سیریز اسی لیے اس طرح کامیاب نہیں ہو سکی تھی۔ ارطغرل کے بارے میں سیریز بنانا ایسے ہی تھا جیسے خالی سلیٹ پر مرضی کے رنگ بھرنا۔ (بیکری یہ بی بی سی)



میں انہوں نے 45 کتابیں تصنیف کیں۔ 1905ء کے بعد سنہی دری کتابوں میں شامل تقریباً ایک سو اساق نظم اور نثر ہر دو صورتوں میں ان کے لکھے ہوئے ہیں۔ قسم ہند 1947ء کے بعد کچھ عرصہ تک وہ کراچی میں قیام پذیر رہے لیکن گز بسر کی تگلی اور بگلکی واپسی نہ ہونے کی وجہ سے بالآخر مجبور ہو کر وہ نومبر 1949ء میں بمبئی چلے گئے۔ 7 جولائی 1950ء کو ساسکون اپٹال پونا میں انہوں نے وفات پائی۔ بھیرول سنہی کی قدیم تہذیب، تاریخ، کلکھر، روایات اور زبان کے بارہ میں ان کی گہری تحقیق کی وجہ سے سنہی ادب کے سرفہرست لکھاریوں میں شامل تھے۔ ان کی مشہور تصنیفات میں سنہی ہند جی تاریخ، قدمیم سنہ، سنہ جو سیلانی، لطفی سیر، سنہی گرامر، غریب الالفاظ، سنہی ٹو سنہی ڈکشنری، سنہی بولی جی تاریخ، بقفندر، گزارش وغیرہ شامل ہیں۔ بھیرول کے چار ناول مشہور ہیں، آند سندریکا، موہنی بائی، پریم جو مہاتمہ اور وریل نعمت۔ بھیرول اپنی شاعری میں اپنے لئے "غیریب" کا شخص استعمال کرتے تھے۔ انہیں سنہی، فارسی، سنسکرت، عربی اور انگریزی زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ معروف ہندوستانی مصنف ہیر و خاکرنے 1991ء میں بھیرول کی سوانح حیات پر ایک کتاب لکھی۔

پیر علی محمد راشدی نے ان کے بارہ میں لکھا کہ:

(ا) کو بھیرول محمد آبکاری سے استاد کے مرتبہ تک پہنچے۔ سنہی گرامر کو وہ ترتیب دے کر گئے۔ ان کی تصنیف کردہ دری کتابوں سے لاکھوں بچوں نے استفادہ کیا۔ سنہی زبان کے مسائل پر ان کی رائے کو آخری حرف سمجھا جاتا تھا۔)



کوچ کر گئے سبھی اس سنوار میں پیغمبر، اولیاء۔ ہر اک نے اپنا کام کیا گیانی، دھیانی، گرہستی۔ "سامی" چل دیے سبھی سدھار گئے، تو کیا سمجھا ہے آپ کو (سامی)

بھیرول جو سنہ میں "کاکو بھیرول" کے نام سے زیادہ معروف ہیں، سنہ کے چوتھے کے ادیبوں میں سے ایک تھے۔ وہ بیوس صدی کے پہلے نصف کے دوران سنہ کے سب سے زیادہ بااثر مصنف تھے۔ وہ ڈرامہ نگار، مصنف، مؤرخ، لسانیات اور شاعر کی حیثیت سے مشہور تھے۔ بھیرول حیدر آباد سنہ کے ہندو عامل محلے کے مشہور آڈوانی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کی پیدائش 1875ء میں حیدر آباد میں ہوئی۔ ان کے والد کا نام ہیر چند تھا جو محکم آباد کاری میں ہیدشتی تھے۔ بھیرول نے اپنی ابتدائی تعلیم مقامی مشن اسکول اور یونیورسٹی میں ہی دریافت کی۔ بعد ازاں انگریزی تعلیم بھی انہوں نے حیدر آباد سے ہی حاصل کی۔ انہوں نے دوران تعلیم سادھو ہیر انڈ شو قیرام اور تاریخ شو قیرام سے شاہ عبداللطیف بھٹائی کا کلام پڑھا۔ 1895ء میں بیس سال کی عمر میں وہ کوئی میں محکمہ سالٹ اینڈ ایکسائز سے وابستہ ہوئے۔ 1924ء میں ایکسائز انسپکٹر کے عہدہ تک پہنچ کر ریٹائرمنٹ لی۔ 1924ء میں ڈی جی سنہ کالج میں وہ سنہی زبان کے لیکھار مقرر ہوئے اور 1937ء تک وہ اسی شبیہ سے وابستہ رہے۔ وہ مبینی یونیورسٹی کے کئی سالوں تک سنہی زبان کے متحصّن رہے۔ اتنا لیس سال کے اس عرصہ

سعودی عرب میں خواتین کے لیے علیحدہ ساحل بنانے کی تیاریاں



کیا جائے گا۔ نایف الدویش نے کہا کہ تیار کیا جانے والا یہ ساحل، علاقے کے سیاحتی منصوبوں میں سے ایک ہوگا اور بلدیاتی کوئی نے اس حوالے سے 5 سالہ منصوبہ تیار کیا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ خواتین کے لیے پہلا علیحدہ ساحل سعودی وژن 2030 کا حصہ ہے۔ نایف الدویش نے کہا کہ اس ساحل کا مقصد بلدیاتی کوئی کوئی کی سرمایہ کاری میں اضافہ اور معیار زندگی بلند کرنا ہے۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ خواتین کے اس علیحدہ ساحل پر بزرگ زاروں کے علاوہ، ریٹائرمنٹ، قہوہ خانے، پرمارکیٹس اور دیگر سہولیات دستیاب ہوں گی۔ نایف الدویش نے کہا کہ اس علیحدہ ساحل پر پرانی یوں کا خاص خیال رکھا جائے گا۔ بلدیاتی کوئی کچیر میں نے بتایا کہ یہ ساحل الحبیل شہر کی آبادی سے قریب ہوگا اور الحبیل انڈسٹریل منی کے باشندے آسانی سے ساحل کی سیر کر سکیں گے۔

واضح رہے کہ سعودی عرب میں گزشتہ چند سالوں کے دوران خواتین کو معاشرے کے ان کئی اہم امور کا حصہ بننے کی اجازت دی جا چکی ہے جس کی پہلے انہیں اجازت نہیں تھی۔ خواتین کے لیے مختلف کھیلوں میں حصہ لینے کی راہیں بھی ہموار کی گئی ہیں جبکہ انہیں کسی مردم پرست کے بغیر بیرون سفر کی اجازت بھی دی جا چکی ہے۔

سعودی عرب میں خواتین کے لیے علیحدہ ساحل بنانے کی تیاریاں جاری ہیں اور اس سلسلے میں ساحل کا ڈیزائن بھی تیار کر لیا گیا ہے۔ اردو نیوز کی رپورٹ کے مطابق سعودی عرب میں خواتین کے لیے علیحدہ ساحل الحبیل انڈسٹریل منی کی جانب سے تیار کیا جائے گا۔ اس حوالے سے الحبیل انڈسٹریل منی کی بلدیاتی کوئی نے کہا کہ الحبیل میں خواتین کے لیے پہلا علیحدہ ساحل کو نیشنل فرنٹ کے شمال میں بنایا جائے گا۔ رپورٹ میں سیدتی میگزین کا حوالہ دیتے ہوئے کہا گیا کہ بلدیاتی کوئی کچیر کے چیزیں نایف الدویش نے بتایا کہ اس ضمن میں خواتین کے لیے پہلے علیحدہ ساحل کا ڈیزائن تیار ہو چکا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ خواتین کے لیے تیار کیے جانے والے اس ساحل پر نوے روزے کے اندر کام شروع

علامہ محمد اسد کون تھے؟

تحریر: لیاقت علی

تھے۔ علامہ اسد کا تصور اسلام بادشاہت اور جا گیر دارانہ مفادات کے تابع تھا وہ اسلام کی ایسی تعبیر پر قیم رکھتے تھے جو جہور مسلمان عوام کے مفادات اور مطالبات سے متصادم تھی۔ قیام پاکستان کے بعد پاکستان کا پہلا پاسپورٹ انھیں جاری ہوا تھا۔ وہ وزیر اعظم لیاقت علی خان کے قریب تھے۔ علامہ اسد چونکہ جا گیر داری نظام کو اسلامی اصولوں کے مطابق جواز فراہم کرتے تھے اس لئے مسلم لیگی جا گیر داروں کے قریب تھے۔ پنجاب کے پہلے وزیر اعلیٰ نواب افتخار حسین مددوٹ نے ان کی سربراہی میں ایک مکمل بنایا تھا جس کا نام تھا ذی پارٹمنٹ آف اسلامک ری کنسٹرکشن۔ اسے موجودہ اسلامی نظریاتی کونسل کا پیش رو ادارہ کہا جا سکتا ہے۔ بعد ازاں انھیں وزارت خارجہ میں مشرق وسطیٰ کے ڈائیک کا انچارج بنایا گیا اور پھر اقوام متحده میں پاکستان کا مستقل مندوب۔ جزل ایوب اور جزل ضیاء الحق کا شماران کے مدھیں میں ہوتا ہے۔ جزل ضیاء کے مارشلائی عہد میں انھوں نے پاکستان کا سرکاری دورہ کیا تھا اور مختلف شہروں میں انھوں نے پیغمبرزادیہ اور ان کے اعزاز میں تقریبات کا انعقاد کیا گیا تھا۔ علامہ اسد نے تین شادیاں کیں، انھوں نے اپنا زندگی کا بیشتر حصہ پورپ اور امریکہ میں گذارا اور 1992ء میں ان کا پیشہ انتقال ہوا اور وہیں وفن ہوئے۔

عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ قیام پاکستان کے بعد اس نوزائیدہ ریاست کو قرون وسطیٰ کے مذہبی تصورات اور عقائد کے مطابق بنانے اور چلانے میں علمائے کرام نے اہم اور بنیادی روں ادا کیا تھا حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ جس شخص نے پاکستانی ریاست کی مذہبی سست کا تعین کرنے کا اہم اور بنیادی روں ادا کیا تھا وہ نسلی اور سماں طور پر بصیرے سے تعلق نہیں رکھتا تھا۔ یہودی انسلیو پولڈ ویز آسٹریا ہنگرین سلطنت کا شہری تھا۔ جرمی اور پوش اس کی مادری زبانیں تھیں۔ اس نے تھوڑی بہت جو تعلیم حاصل کی وہ موجودہ آسٹریا میں حاصل کی تھی۔ وہ مختلف چھوٹے موٹے کام کرتا رہا جن میں فلم سکرپٹ لکھنے سے لے کر مختلف جرمیں اخباروں کی نامہ نگاری شامل تھی۔

1900ء میں پیدا ہونے والے یوپولڈ نے 1926ء میں اسلام قبول کیا اور اپنا نام محمد اسد کھالیا تھا۔ وہ سعودی بادشاہت کے بانی ابن سعود کے بہت قریب تھا اور اس کی ایماء پر اخوان المسلمین کی جاسوسی کی خاطر کویت بھی گیا تھا۔ وہ 1933ء میں ہندوستان آیا تھا اور یہاں کافی عرصہ قیام پذیر رہا۔ دوسری عالمی جنگ شروع ہونے پر انگریز سرکار نے اسے جرمی جاسوس ہونے کے شے میں گرفتار کر لیا اور وہ تین سال جیل میں رہا۔ جیل میں قیام کے دوران اس کی بیوی اور بیٹا چودھری نیاز احمد جنھوں نے بعد ازاں مولانا مودودی کو جماعت اسلامی کا مرکز پٹھان کوٹ میں قائم کرنے میں مددی تھی کے مہمان رہے

پادری نے چرچ میں عبادت کی قیادت کے بجائے اعتراف محبت کر لیا

جس طرح میں اب تک کرتا آیا ہوں۔ میں نے آج تک چرچ سے متعلق اپنے عہد کی کوئی خلاف ورزی نہیں کی۔ لیکن اب میرا دل محبت سے بھر گیا ہے۔ میں اپنے دل میں اس محبت کو دبائے یا اسے باہر نکالے بغیر اس کے ساتھ زندہ رہنا چاہتا ہوں۔)

مقامی بیشپ کی طرف سے نیک تھا میں

فادر چیکو بیلی کا یہ اعلان سن کر چرچ میں موجود عبادت گزار بھی حیرت زدہ ہی تھے کہ باقی وضاحت اس وقت ان کے پاس ہی کھڑے ہوئے مقامی بیشپ سیکس مونڈی نے کر دی۔ ارے مگر پیار ہوتا کیوں ہے؟

بیشپ سیکس مونڈی نے فادر چیکو بیلی کی اس لمحے تک کی خدمات کو سراہتے ہوئے کہا کہ چیکو بیلی نے انہیں پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا اور اس کلیسا تی ایکار کو یہ پورا حق حاصل ہے کہ وہ اپنے دل کی بات سنتے ہوئے اپنی مرضی سے اپنے تمام فیصلے آزادانہ طور پر خود کر دیں۔ بیشپ سیکس مونڈی نے کہا، (میں ریکارڈ چیکو بیلی اور ان کی محبت کے لیے زندگی میں ہر طرح کی خوشیوں اور کامیابیوں کے لیے دعا گھوہوں۔) ریکارڈ چیکو بیلی اٹلی کے تقریباً ساڑھے تین ہزار کی آبادی والے اس چھوٹے سے شہر میں گزشتہ چھ سال سے بھی زائد عرصے مقامی پادری کے فرائض انجام دے رہے تھے۔

ہمیں محبت تو میں لیکن شمشان گھاٹ نہیں

وسطیٰ اٹلی کے ایک چھوٹے سے شہر میں عبادت کے لیے ایک چرچ میں جمع باشدوں کو مقامی پادری کے ایک اعلان نے جریا کر دیا۔ اس کی تھوڑکا پادری نے حاضرین کو خطبہ دینے سے مغدرت کرتے ہوئے کہا کہ انہیں ایک خاتون سے محبت ہو گئی ہے۔

اطالوی دارالحکومت روم سے منگل تیرہ اپریل کو ملنے والی روپرتوں کے مطابق یہ واقعہ وسطیٰ اٹلی کے علاقے پیرو جیا میں ماسا مارتنا نامی چھوٹے سے شہر کے سان فیلیس نامی چرچ میں پیش آیا۔ تو اور گیارہ اپریل کی صبح حسب روایت بہت سے مقامی باشندے اس کلیسا میں سڑے سروں کے لیے جمع ہوئے اور انہیں امید تھی کہ 42 سالہ پادری ریکارڈ چیکو بیلی حسب معمول خطبہ دیں گے، پھر اجتماعی عبادت ہو گی اور اس کے بعد عاماً گر وہ سب اپنے گھروں کو چلے جائیں گے۔

مجھے محبت ہو گئی ہے

ایکین ہوا یہ کہ فادر چیکو بیلی نے سڑے سروں کی قیادت کرنے کے بجائے ایک ایسا اعلان کر دیا، جو دراصل ان کے زندگی بھر کے لیے ایک جذباتی فیصلے کا اعتراف بھی تھا۔ اس بارے میں آج منگل کے روز اس چرچ کے کلیسا تی انتظامی حلقة کی طرف سے شائع کر دیا۔ ایک اعلان میں فادر چیکو بیلی کے بیان کا حوالہ دیتے ہوئے کہا گیا، (میں کلیسا کے لیے اپنے فرائض اب اتنے شفاف، درست اور جامع انداز میں انجام نہیں دے سکتا،



جان لیوا و بائیں میں، اہم ترین دریافتیں اور مسلمان سائنسدان!

تحریر: عبدالخیر ہاشمی

اسلامی محققین اور مفکرین نے ایسی اشیاء کی ایجاد کی یا بنیاد دی جن کے بغیر آج کی جدید دنیا کا تصور بھی محال ہے۔ اگر مسلم سائنس دانوں کو آج کے جدید دور کا بانی اور موجہ کہا جائے تو بے جانہ ہوگا۔ چند انتہائی اہم ایجادات، جنہوں نے انسانی زندگی میں انقلاب برپا کر کے رکھ دیا۔ ابن سینا مسلم سائنسدانوں میں مشہور ترین سائنسدان تھے۔ وہ طبیعت، ریاضی، فلسفیات، فلکیات اور ماہر دینیات بھی تھے۔ ابن سینا ایک عظیم طبیب تھے۔ انہوں نے وہی امراض کے خاتمه کیلئے ہزاروں سال قبل پچھے طریقہ ایجاد کر لیے تھے جس سے موجودہ دور میں فائدہ اٹھایا جا رہا ہے۔ اس سے بچاؤ کے لیے پوری دنیا میں لاک ڈاؤن نافذ کر دیا گیا ہے۔ یہ طریقہ بھی ابن سینا کا بتایا گیا طریقہ ہے۔ ابن سینا نے ہزاروں سال قبل قرآنیہ کا فلسفہ پیش کیا تھا کہ کسی بھی وہی بیماری جو کے ایک انسان سے دوسرے انسان میں منتقل ہو سکیں سب سے پہلے قرآنیہ اختیار کرنا چاہیے۔ ابن سینا کی سب سے اہم کتاب ”دی کین آف میڈیسِن“ جو کہ 1025ء میں شائع ہوئی اس میں ابن سینا نے قرآنیہ سے متعلق اپنا نظریہ پیش کیا۔ ابن سینا کا کہنا تھا کسی بھی انسان سے دوسرے انسان کو منتقل ہوتے والی وباء کے آنے پر 40 روز کا قرآنیہ اختیار کرنا چاہئے تاکہ وہا کو پھیلنے سے پہلے کمزور کیا جاسکے۔ ابن سینا کی یہ کتاب بہت مشہور ہے اور روشن چراغ کا درجہ رکھتی ہے۔ اس کتاب سے میڈیسِن بنانے والی کمپنیاں اب بھی مستقید ہو رہی ہیں۔ ابن سینا ہی تھے جنہوں نے سب سے پہلے پتہ لگایا کہ یرقان کیسے ہوتا ہے، انہوں نے ہی بہت ساری جان لیوا بیماریوں کے علاج کے دوران مرضی کو بے ہوش کرنے کا طریقہ بھی بتایا۔ بہت سے تاریخ دانوں کا کہنا ہے کہ ابن سینا ایک ایسے طبیب تھے جو اپنی خدمات کا معاوضہ بھی نہیں لیتے تھے۔ اس عظیم مسلمان سائنسدان کی تحقیقات سے آج دنیا بھر کے سائنسدان اور میڈیسِن کمپنیاں کو دنوازہ سے منٹنے کیلئے فائدہ اٹھا رہی ہیں۔ وہاں ہوں یا پھر دنیا کی مفید اور ضروری ایجادات بیشتر مسلمانوں اور عربوں کی مرہون منت ہیں اور وہ اس وقت ایجاد ہوئی ہیں جبکہ متمدن دنیا میں کہیں یورپ والی یورپ کا ذکر نہ تھا۔

شومی قسمت آج ہمیں ڈراموں، فلموں کے نام تو یاد ہیں، لیکن مسلم ہیروز کے کارناٹے تو کجا، نام تک یاد نہیں۔ الخوارزمی، ابو ریحان الہیرونی، الفارابی، ابن مسکویہ، ابن رشد، کندی، ابو محمد خوجہ بن جابر، بن حیان، موسیٰ بن شاکر خالد بن یزید، کریما رازی، ابن سینا، البیانی، ابن الهیثم، عمر خیام، المسعودی، ابوالوفاء اور الزھراوی جیسے عظیم سائنسدانوں از رقبیل جیسے مسلم سائنسدانوں نے وضع کیا۔ حساب، الجبرا اور جیو میڈیسِن کے میدان میں الخوارزمی نے گرائیں قدر خدمات سرانجام دیں۔ ان کی کتاب (الجبرا وال مقابلہ) سولہویں

صدی عیسوی تک یورپ کی یونیورسٹیوں میں بنیادی نصاب کے طور پر پڑھائی جاتی رہی۔ الخوارزمی نے بہت ساری اہم تصانیف، جن میں ایک "السنہ ہند" کے نام سے مشہور ہے۔ کتاب الجبر و المقابلہ میں انہوں نے لوگوں کی روزمرہ ضروریات اور معاملات کے حل کے لیے تصنیف کیا جیسے میراث، صیحت، تقسیم، تجارت، خرید و فروخت، کرنی کا تبادلہ، کرایہ، عملی طور پر زمین کا قیاس (ناپ)، دائرہ اور دائرة کے قطر کا قیاس، بعض دیگر اجسام کا حساب جیسے ثلاش اور محروم وغیرہ۔ وہ پہلے سائنسدان تھے جنہوں نے علم حساب اور علم جبر کو الگ الگ کیا اور جبر کو علمی اور منطقی انداز میں پیش کیا۔ طبیعت اور حرکیات اہن سینا، الکنڈی، نصیر الدین طوسی اور ملا صدرہ کی طبیعت کی خدمات ابتدائی طور پر بہت اہمیت کی حامل ہیں۔ ابن اہیشم نے طبیعت کے دامن کو علم سے بھر دیا۔ وہ طبیعت، ریاضی، ہندسیات، فلکیات اور علم الادویات کے مایہ ناز محقق تھے۔

ڈپلوما

طبعیوں کی رجسٹریشن کا کام سنان اہن ثابت نے 943ء میں بغداد میں شروع کیا

تھا۔ اس نے حکم دیا کہ ملک کے تمام اطباء کی گفتگی کی جائے اور پھر امتحان لیا جائے۔

کامیاب ہونے والے 800 طبیبوں کو حکومت نے رجسٹر کر لیا اور پریکٹس کے لئے سرکاری سرٹیفیکیٹ جاری کئے۔ مطب چلانے کے لئے لائنس جاری کرنے کا نظام بھی اس نے شروع کیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے پوری دنیا میں ڈپلومادینے اور رجسٹریشن کا سلسلہ شروع ہو گیا جو ابھی تک جاری ہے۔

گھری

یورپ سے سات سو قبائل اسلامی دنیا میں گھریاں عام استعمال ہوتی تھی۔ خلیفہ ہارون

الرشید نے اپنے ہم عصر فرانس کے شہنشاہ شارلیمان کو گھری (واڑکاک) تختہ میں بھیجی تھی۔ محمد ابن علی خراسانی (لقب الساعنی 1185ء)، دیوار گھری بنانے کا ماہر تھا۔ اس نے دمشق کے باب جرون میں ایک گھری بنائی تھی۔ اسلامی پیغمبر کے انہیں المرادی نے ایک واڑکاک بنائی جس میں گھری اور بیلنگ کے لئے پارے کو استعمال کیا گیا تھا۔ مصر کے ابن یونس نے گھری کی ساخت پر رسالہ لکھا جس میں ملٹی پل گھری ہرین کی وضاحت ڈایا گرام سے کی گئی تھی۔ جرمنی میں گھریاں 1525ء اور برطانیہ میں 1580ء میں بننا شروع ہوئی تھیں۔

جنگی ساز

سلطنت عثمانی میں مہتران یا مہترخانہ کے نام سے موسم دفتر جنگی کے دوران جنگی ساز بجا یا کرتا تھا۔ محققین کے مطابق سلطنت عثمانی وہ پہلی حکومت تھی جو کہ جنگوں کے دوران فوجی ساز کا مسلسل استعمال کرتی تھی تا آنکہ جنگ ختم نہ ہو جائے۔ یورپ نے عثمانیوں سے جنگ کے دوران جب سازوں کو فیضیاتی اعتبار سے انتہائی کارآمد دیکھا تو انہوں

علم بصریات پر دنیا کی سب سے پہلی اور شاہکار تصنیف کتاب المنظرا ابن اہیشم نے لکھی تھی۔ کروی اور سلکی آئینوں پر تحقیق بھی ان کا شاندار کارنامہ ہے۔ انہوں نے لیزیز کی میگنی فانگ پاور کی بھی تشریع کی تھی۔ انہوں نے اپنی خراد پر آتشی شیئے اور کروی آئینے بنائے۔ حدی عدوں پر ان کی تحقیق اور تجربات سے یورپ میں مائیکروسکوپ اور ٹیلیسکوپ کی ایجاد ممکن ہوئی تھی۔ ابن اہیشم نے محراب دار شیئے پر ایک نقطہ معلوم کرنے کا طریقہ ایجاد کیا جس سے عینک کے شیئے دریافت ہوئے تھے۔ ابن اہیشم نے آنکھ کے حصوں کی تشریع کے لئے ڈایا گرام بنائے اور ان کی تکمیلی اصطلاحات ایجاد کیں جیسے رینا، کیلیاریکٹ، کورنیا جو ابھی تک مستعمل ہیں۔ آنکھ کے بیچ میں ابھرے ہوئے حصے پتالی کو اس نے عدسه کہا جو مسور کی دال کی شکل کا ہوتا ہے۔ لاطینی میں مسور کو لینفل کہتے جو بعد میں لیزیز بن گیا۔ دنیا کا سب سے پہلا کیمروں یعنی پن ہول کیمروں بھی ابن اہیشم کی ہی قابل فخر ایجاد ہے جس سے تصویری صنعت کا آغاز ہوا۔

الجبرا

وہ ایجادات جنہوں نے انسانی تاریخ میں انقلاب برپا کر کے رکھ دیا۔

کیمروں اور بصریات

محمد ابن موسی الخوارزمی وہ پہلے سائنسدان ہیں جنہوں نے حساب اور الجبرا میں فرق کیا اور الجبرا کو باقاعدہ ریاضی کی صنف کے طور پر روشناس کرایا۔ یورپ پہلی بار حساب کے اس نئے سسٹم سے بارہویں صدی میں روشناس ہوا جب برطانوی محقق رابرٹ آف چسٹر نے الخوارزمی کی شہرہ آفاق تصنیف "کتاب الجبرا و المقابلہ" کا ترجمہ کیا۔ الخوارزمی کو متفقہ طور پر ڈینا بھر میں الجبرا کا بانی سمجھا جاتا ہے اور لفظ الگوریتم بھی ان کے نام سے کشید کیا گیا ہے۔

کیمروں اور بصریات

علم بصریات پر دنیا کی سب سے پہلی اور شاہکار تصنیف کتاب المنظرا ابن اہیشم نے لکھی تھی۔ کروی اور سلکی آئینوں پر تحقیق بھی ان کا شاندار کارنامہ ہے۔ انہوں نے لیزیز کی میگنی فانگ پاور کی بھی تشریع کی تھی۔ انہوں نے اپنی خراد پر آتشی شیئے اور کروی آئینے بنائے۔ حدی عدوں پر ان کی تحقیق اور تجربات سے یورپ میں مائیکروسکوپ اور ٹیلیسکوپ کی ایجاد ممکن ہوئی تھی۔ ابن اہیشم نے محراب دار شیئے پر ایک نقطہ معلوم کرنے کا طریقہ ایجاد کیا جس سے عینک کے شیئے دریافت ہوئے تھے۔ ابن اہیشم نے آنکھ کے حصوں کی تشریع کے لئے ڈایا گرام بنائے اور ان کی تکمیلی اصطلاحات ایجاد کیں جیسے رینا، کیلیاریکٹ، کورنیا جو ابھی تک مستعمل ہیں۔ آنکھ کے بیچ میں ابھرے ہوئے حصے پتالی کو اس نے عدسه کہا جو مسور کی دال کی شکل کا ہوتا ہے۔ لاطینی میں مسور کو لینفل کہتے جو بعد میں لیزیز بن گیا۔ دنیا کا سب سے پہلا کیمروں یعنی پن ہول کیمروں بھی ابن اہیشم کی ہی قابل فخر ایجاد ہے جس سے تصویری صنعت کا آغاز ہوا۔

نے بھی اسے اپنا لیا۔

ہوابازی

امریکہ کے رائٹ برادرز سے ایک ہزار سال قبل انگلیس کے ایک آئرلندی میوزیشن اور انگلیسی عباس ابن فرناس نے سب سے پہلے ہوا میں اڑنے کی کوشش کی تھی۔ ایک مورخ کے مطابق 852ء میں اس نے قرطہ کی جامع مسجد کے بینار سے چھلانگ لگائی تاکہ وہ اپنے فضائی بیاس کو ٹھیٹ کر سکے۔ اس کا خیال تھا کہ وہ اپنے گلائیڈر سے پرندوں کی طرح پرواز کر سکے گا۔ 875ء میں اس نے گلائیڈر سے ملتی جلتی ایک مشین بنائی جس کے ذریعہ اس نے قرطہ کے ایک پہاڑ سے پرواز کی کوشش کی۔ یہ فضائی مشین اس نے ریشم اور عقاب کے پروں سے تیار کی تھی وہ لگ بھگ دس منٹ تک ہوا میں اڑتا رہا مگر اترتے وقت اس کو چوٹیں آئیں کیونکہ اس نے گلائیڈر میں اترنے کے لئے پرندوں کی طرح دم نہ بنائی تھی۔

ہسپتال

ذینا کا پہلا ہسپتال قاہرہ میں احمد ابن طولون کے دور حکومت میں 872ء میں قائم کیا گیا جہاں مریضوں کو مفت طبی امداد وی جاتی تھی۔ ہسپتال میں مریضوں کی تیارواری کے لیے باقاعدہ تربیت یافتہ نریں اور تربیت کا شعبہ بھی تھا بعد ازاں اسی ہسپتال کی طرز پر بغداد اور پھر دنیا بھر میں ہسپتال قائم کئے گئے۔

طب

ذینا کا سب سے عظیم حکیم اور ریاضی دان بوعلی الحسین ابن عبد اللہ السینا تھے جنہوں نے طب کی ذینا میں انتہائی اہم ترین دریافتیں کیں، طب کے موضوع پر لکھی گئی ان کی کتاب القانون صد یوں تک یورپ میں پڑھائی جاتی رہی جبکہ ادویات کے لئے ان کی تصنیف "الادویہ" کو طب کی ذینا میں انجیل کا سامن مقام حاصل ہے۔

علم طبیعتاں میں ابن سینا پہلا شخص ہے جس نے تجربی علم کو سب سے معترس سمجھا۔ وہ پہلا طبیعت دان تھا جس نے کہا کہ روشنی کی رفتار لا محدود نہیں بلکہ اس کی ایک معین رفتار ہے۔ اس نے زہر سیارے کو بغیر کسی آلہ کے اپنی آنکھ سے دیکھا تھا۔ اس نے سب سے پہلے آنکھ کی فزیالوجی، اناٹومی اور تھیوری آف ویژن بیان کی۔ اس نے آنکھ کے اندر موجود تمام رگوں اور پھلوں کو تفصیل سے بیان کیا۔ اس نے بتایا کہ سمندر میں پتھر کیسے بنتے ہیں، پہاڑ کیسے بنتے ہیں، سمندر کے مردہ جانوروں کی ٹڈیاں پتھر کیسے بنتی ہیں۔ آج ہمیں علمی بحراں و باوں، معاشی مشکلات سے نجات کے لیے نسل نو کو اپنے اسلاف کے کارناموں سے آگاہ کرنا ہو گا۔

نوٹ: ادارے کا قلمکار کے خیالات اور پیش کردہ مندرجات سے متفق ہونا ضروری نہیں

اشتہارات کے لیے

رسالہ ماجہنامہ لاہور انٹر نیشنل کو پاکستان اور دنیا بھر سے لاکھوں قارئین مطالعہ کرتے ہیں یہ پرنٹ کے علاوہ آن لائن ویب سائٹ پر بھی موجود ہے۔ آپ دنیا کے کسی بھی ملک میں ہوں اپنے اشتہارات شائع کروا کر مقامی طور پر اپنی کمپنی کی تشویہ، مشہوریت کر سکتے ہیں معلومات کیلئے آپ ہمارے نمائندگان اور ادارہ سے براہ راست رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں لاہور انٹر نیشنل چینل کا بھی آغاز ہو چکا ہے۔ تمام معلومات اس رسائلے میں موجود ہیں شکریہ۔

<http://www.youtube.com/channel/UCwM31ueU85MOWeH0UBFhMYw>

Lahore International Magazine

 @lahoreintl

 @lahoreintl

 lahoreinternational

 lahoreinternational

 lahoreintl

 +447940077825

 +447940077825

 lahoreintlondon@gmail.com



حسینی برہمن

تحریر: منصور مہدی

ساتھ عصر حاضر میں بھی قائم ہے۔ مشترکہ تہذیب کے گوارہ ہندوستان میں ہندوؤں کی امام حسین سے غیر معمولی عقیدت کی تاریخ صدیوں پرانی ہے۔

ہندوستان کے سابق رجوائز میں بھی ہندو حضرات کے بیان امام حسین سے عقیدت اور عزاداری کی تاریخی روایات ملتی ہیں جس میں راجستان، گواہیار، مدھیہ پردیش قابل ذکر ہیں۔ جھانسی کی رانی مہارانی لکشمی بائی کو امام حسین سے غیر معمولی عقیدت تھی۔ پروفیسر فیض شبنم نے اپنی کتاب ”ہندوستان میں شیعیت اور عزاداری“ میں جھانسی کی رانی کے تعلق سے لکھا ہے کہ ”وہ یوم عاشورہ بڑے خلوص و عقیدت کے ساتھ مجلس عزادار پا کرتی تھی۔ مہارانی لکشمی بائی کی قائم کردہ مجلس اب تک جھانسی پولیس کوتولی میں منعقد کی جاتی ہے جہاں پہلے اس رانی کا قلعہ تھا جس نے امام حسین سے تعلق رکھتی ہے۔ وہ بعد میں اپنے ساتھ اپنے بزرگوں کے بارے میں لکھی گئی دو

در حسین پر ملتے ہیں ہر خیال کے لوگ یا تحداد کا مرکز ہے آدمی کے لئے

ہندوؤں میں ایک خاندان یا فرقہ حسینی برہمن بھی کہلاتا ہے جن کے آباء و اجداد ہندوستان سے جا کر میدان کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے شانہ بشانہ شکر یزید سے لڑے اور جاں بحق ہوئے۔ معروف لکھاری انتظار حسین اپنے انگریزی کالم میں لکھتے ہیں کہ وہ پہلے حسینی برہمن کو صرف ہندو Brahmans in Karbala افسانہ (Legend) ہی سمجھتے تھے اس لئے انہوں نے اپنے قیام دہلی کے دوران کسی محفل میں تقریر کرتے ہوئے اس بات کو جھلادیا۔ وہیں اس محفل سے ایک خاتون مددبر پروفیسر نویکا دت اٹھیں اور انہوں نے کہا کہ وہ خود حسینی برہمن ہے اور ان کے خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔ وہ بعد میں اپنے ساتھ اپنے بزرگوں کے بارے میں لکھی گئی دو انگریزی کی کتابیں بھی لے کر آئیں جو بہت عرصہ پہلے شائع ہوئی تھیں خاتون نے بتایا

عصر حاضر کے نامور صحافی جمادات اس اختر نے ہندوؤں کی عزاداری کے بیان میں حسین برہمنوں میں عزاداری کی تاریخی روایات کی طرف نشاندہی کرتے ہوئے لکھا ہے۔ حسین برہمنوں میں دلت اور موبیال ذات سے تعلق رکھنے والے ہندو عقیدت مندوں کا تعلق زیادہ تصویب پنجاب سے ہے حسین برہمنوں کے بزرگ راہیب نے نصرت امام میں اپنے بیٹوں کو قربان کر دیا تھا۔ راہیب کو سلطان کا خطاب بخششانہ گیا تھا اسی مناسبت سے انہیں حسین برہمن یا حسین پنڈت بھی کہا جاتا ہے وہ امام حسین کے تقدس و احترام کے بڑے قائل ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ”میر اتعلق موبیالیوں کی دلت ذات سے ہے اور ہمیں حسین برہمن کہا جاتا ہے۔ عاشورہ کے روز ہم لوگ سوگ مناتے ہیں۔ کم از کم میرے خاندان میں اس دن کھانا نہیں کھایا جاتا ہے۔ سری نگر کے امام باڑے میں حضرت امام حسین کا موئے مبارک موجود ہے جو کابل سے لا یا گیا ہے۔ ایک حسین برہمن اسے سوال قبل کابل کے امام باڑے سے لایا تھا۔“

کشمیر سے کنیا کماری تک پھیلے ہوئے ہندوستان میں ماہ محرم آتے ہی بیان کے لیجاتے تھے وہ عرب میں مقیم تھے۔ اور اعلان رسالت کے بعد بھی ان ہندووں میں مختلف شہروں، قصبوں، پہاڑی بستیوں اور دیہاتوں میں عزاداری سید الشہداء کی سے پیشتر افراد رسول خدا کی مخلوقوں میں شرکت کرتے، اس طرح ان کے تعلقات مجلس اور جلوس عزا میں مشترک تھے۔ جب اکتوبر 680 یوسی میں واقعہ کربلا پیش خاندان رسول ﷺ سے قائم ہوئے۔ آیا تو راہیب دلت نامی ہندوتا جرام امام حسین کی فوج میں اپنے سات بیٹوں شاہزادے، شیرخا، رائے پن، رام سنگھ، دھار و اور پورا اور دودیگر برہمنوں کے ساتھ شامل ہوا اور یزیدی لشکر سے جنگ کی۔ امام حسین علیہ السلام نے راہیب کو سلطان کا خطاب بھی عطا کیا۔

بھارتی اخبار نامہ آف انڈیا اپنی اشاعت 21 جنوری 2008 کو، حسین برہمن، کے عنوان سے لکھتا ہے کہ محرم کے ایام ہندوستان میں بڑی عقیدت سے منائے جاتے ہیں خصوصاً راجستان، پنجاب اور مدھیہ پردیش کے جہاں پر حسین برہمنوں کے کئی خاندان اور ان کے ماننے والے آباد ہیں۔ یہ لوگ دلت بھی کہلاتے ہیں۔ ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ ان کے بزرگ راہیب اور ان کے بیٹوں نے 10 اکتوبر 680 یوسی میں کربلا کے میدان میں حسین فوج کے ساتھ مل کر یزیدی لشکر سے جنگ کی۔ یہ لوگ عاشورہ کے روز واقعہ کربلا کا نقشہ کھینچتے ہیں، ان کی عورتوں اور بچوں نے بیزارا گئے ہوتے ہیں جن پر امام حسین اور راہیب کی یاد میں کلامات درج ہوتے ہیں۔ یہ بلند آواز میں یزیدی ظلم کے خلاف نعرے لگاتے ہیں۔ ماتم بھی کرتے ہیں، بلیڈ سے اپنا سینہ اور زنجیروں سے کمر کو زخمی کرتے ہیں اور نذر نیاز بھی دیتے ہیں۔

پریم چند کا مشہور ذرا مہم ”کربلا“ حق و باطل سے پرده اٹھاتا ہے۔ اسی طرح اردو ادب



مورمن اور کشیر ازدواجی

تحریر: زمیر حسین

کشیر ازدواجی کا جواز یہ پیش کرتے ہیں کہ بہت ساری غیر شادی شدہ عورتیں جن سے جوزف نے نکاح کیا شادی کی عمر کی حد پر کرچکی تھیں۔ حقائق ان کے اس دعوے کی تصدیق نہیں کرتے۔ جوزف کی بیویوں کی اکثریت اس کی پہلی بیوی سے کم عمر تھی۔ صرف تین بیویاں عمر میں جوزف سے بڑی تھیں۔ لیکن وہ تو پہلے ہی شادی شدہ تھیں۔ نیز جوزف کی بہت سی بیویوں کی عمر اٹھارہ سال سے کم تھی۔ ان میں ۱۴ سال کی عمر والیاں بھی تھیں۔

کیا کشیر ازدواجی کے ذریعے نبی جوزف اپنے امتیوں کا امتحان لیتا تھا؟ تاریخ دن لارنس فوسر کے بقول رشتہ ناتے کر کے جوزف نبی نے اپنے وفادار

ماضی کے نبیوں کی روایت کو پیش نظر رکھتے ہوئے مورمن نبی جوزف سمحتے نے کشیر ازدواجی کو مورمن چرچ کا غیر اعلانیہ حصہ بنالیا۔ شروع میں کشیر ازدواجی کو چرچ کے عام ارکان سے پوشیدہ رکھا گیا۔ اس کی ایک وجہ جوزف کی بیوی امہ ہیل تھی۔ وہ کشیر ازدواجی کی سخت خلاف تھی۔ کشیر ازدواجی کو امہ ہیل کے لئے قابل قبول بنانے کے لئے چرچ کے با اثر ارکان کے مشورے پر جوزف نے آسمان سے ایک آیت نازل کر لی۔ اس کے باوجود امہ ہیل مرتبے دم تک کشیر ازدواجی کی مخالفت کرتی رہی۔ اس نے اپنے بچوں کی بھی بتایا کہ ان کے باپ جوزف کی کوئی دوسری بیوی نہیں تھی۔

جوزف سمحتے کی موت کے بعد اس کی سوانح حیات لکھنے کا موقع آیا تو اکٹشاف ہوا کہ ساتھیوں کا ایک مضبوط حلقة بنالیا تھا۔ وہ اکثر اپنے قربی دوستوں سے ان کی بیٹیاں بلکہ بیویاں مانگ لیتا تھا۔ اس نے کم از کم گیارہ نکاح ان عورتوں سے کئے جن کے خاوند زندہ تھے اور اپنی بیویوں سے جوزف کے نکاح کے گواہ بھی۔ وہ اپنے دوستوں اور ان کی بیویوں بیٹیوں کو لیفین دلاتا تھا کہ خدا کے نبی سے نکاح کرنے سے ان کا ایمان مضبوط ہو گا اور آخرت میں نہ صرف ان کی بلکہ ان کے پورے بھر کی بخشش یا نجات کا ذریعہ بنے گا۔ جوزف اپنی شادیوں کو اپنی پہلی بیوی سے چھپا کر رکھنا مشکل ہو گیا۔ ہماری گزرنے کے ساتھ جوزف کے لئے اپنی کشیر ازدواجی کو چھپا کر رکھنا مشکل ہو گیا۔ ہماری سے ۱۸۳۰ء میں عجلت میں بھرت کرنے کی وجہ تھی کہ امہ ہیل کی ایک کزن ہیل یوس نے جوزف نبی پر بدکاری یعنی عورتوں سے ناجائز تعلقات کا الزام لگایا۔ اگلے سال جوزف نے بارہ سالہ میری ایلزبٹھ کو تباہی میں بتایا کہ خدا نے وہی کے ذریعے اسے اطلاع دی ہے کہ کشیر ازدواجی کے خدائی حکم کے تحت وہ اس کی بہت ساری بیویوں کے حرم میں پہلی بیوی ہو گی۔ میری ایلزبٹھ جوزف کی بیوی ضرور بنی لیکن گیارہ سال بعد۔ جوزف سے شادی کرنے سے پہلے وہ ایک نکاح کرچکی تھی۔ یہ واقعہ ۱۸۳۲ء میں پیش آیا۔ جوزف کرت لینڈ اور ہائیوں میں تھا جب دو بھائیوں نے اپنے حمامتیوں کے ایک ہجوم کے ساتھ اس پر حملہ کر دیا۔ انھیں غصہ تھا کہ جوزف نے ان کی سول سال بہن مرنڈا نانی کو پوشیدہ رکھا گیا تھا۔ آہستہ آہستہ بریگم ینگ اور چرچ کے عالم ارکان سے پوچھ دیا گیا تھا۔ جوزف نبی کی گیارہ بیویاں پہلے ہی شادی شدہ تھیں۔ دوسرے لفظوں کو قبول کر لیا۔ جوزف نبی کی گیارہ بیویاں پہلے ہی شادی شدہ تھیں۔ میں ان سے نکاح کیا۔ جوزف کی میں جوزف نے ان عورتوں کے خاوندوں کی موجودگی میں ان سے نکاح کیا۔ جوزف کی بیویوں میں لگی بہنوں کے چار جوڑے بھی شامل تھے۔ بیک وقت ایک ماں اور اس کی بیٹی بھی اس کے نکاح میں تھیں۔ پانچ عورتیں ایسی بھی تھیں جنہوں نے جوزف سے نکاح کر دیا۔ بعد میں مرنڈا جانس نے جوزف سے نکاح کر لیا۔ اگلے سال ۱۸۳۳ء میں جوزف نے اپنی سول سالہ خادمہ فینی الگر سے خفیہ نکاح کر کے اسے بھی اپنے حرم میں ڈال دیا۔

جوزف نبی کی کم از کم چالیس بیویاں تھیں۔ ان میں کئی نابالغ تھیں یعنی ان کی عمریں اٹھارہ سال سے کم تھیں۔ جوزف کی سوانح نگارفان بروڈے نے جوزف کی بیویوں کی تعداد تقریباً ”پچاس لکھی ہے۔ فان پیدائشی مورمن تھی اور مورمن چرچ کے صدر ڈیوڈ میلکے کی بھتیجی یا بھانجی۔ مورمن چرچ کے حکام کتاب پڑھ کر بہرہ ہو گئے اور انہوں نے فان کو مرتد اور زندگی قرار دے کر چرچ سے نکال دیا۔ مورمن مذہب اور اس کے بانی کی زندگی پر تحقیق کرنے والے سکارلوں اور محققوں نے فان بروڈے کے اکتشافات کی تصدیق کر دی۔ یوں حقائق اور شہادتیں سامنے آنے کے بعد مورمن حکام کو مورمن چرچ کے بانیوں اور نبیوں کی کشیر ازدواجی کا اعتراف کرنا پڑا۔ نیز انہوں نے تسلیم کر لیا کہ جوزف نبی کی کم از کم چالیس بیویاں تھیں اور ان میں بہت سی کم عمر بچیاں تھیں۔

جوزف نبی کے پر اعتماد ساتھی بریگم ینگ کے بقول جب جوزف نے اسے کشیر ازدواجی کے خدائی حکم یادی سے آگاہ کیا تو اس کا دل کرتا تھا کہ زمین شق ہو جائے اور وہ اس میں سما جائے۔ اس خدائی حکم کو جوی خنفی کا نام دے کر چرچ کے عالم ارکان سے پوچھ دیا۔ جوزف نبی کی گیارہ بیویاں پہلے ہی شادی شدہ تھیں۔ دوسرے لفظوں کو قبول کر لیا۔ جوزف نبی کی گیارہ بیویاں پہلے ہی شادی شدہ تھیں۔ میں جوزف نے ان عورتوں کے خاوندوں کی موجودگی میں ان سے نکاح کیا۔ جوزف کی بیٹی بھی اس کے نکاح میں تھیں۔ پانچ عورتیں ایسی بھی تھیں جنہوں نے جوزف سے نکاح کرنے سے انکار کر دیا۔ مورمن مذہب کے حامی یا وکیل اپنے نبی جوزف کی

امہ ہیل کو کسی طرح دونوں کے تعلقات کا علم ہو گیا اور اس نے فینی کو گھر سے نکال دیا۔ جوزف تبلیغ کے لئے ریاست مشی گن کے دورے پر تھا تو اس کی غیر موجودگی کا فائدہ اٹھا کر فلپس اور کاؤنٹری نے کشیز ازووجی کے خلاف قرارداد مورمن چرچ سے منظور کر لی۔ اس قرارداد کی رو سے ایک مرد کی صرف ایک بیوی اور عورت کا صرف ایک خاوند ہو سکتا تھا۔ میاں بیوی میں سے ایک کا انتقال ہو جائے تب بیوہ مرد یا عورت کو دوسری شادی کرنے کی اجازت تھی۔ کاؤنٹری جوزف اور فینی کے تعلقات سے آگاہ تھا اور اس کی رائے میں جوزف زنا کاری کا مرتكب ہوا تھا۔ جوزف نے مشی گن سے واپس آتے ہی کاؤنٹری کو خدا کے نبی پر ”محضًا“ ازام لگانے کے جرم میں مورمن چرچ سے نکال دیا۔ جوزف نے اپنے حرم میں بیویوں کی تعداد بڑھانے کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس نے سب سے زیادہ شادیاں ۱۸۴۲ اور ۱۸۴۳ میں کیں۔ اس کی نبی بیویوں میں ایک نابالغ بڑی ہیلین مارکمل تھی۔ جوزف نے پہلے ہیلین کے باپ ہپر مکمل سے اس کی بیوی دیلیٹ کا رشتہ مانگا۔ ہپر تین دن سخت ذہنی عذاب میں مبتلا رہا۔ ایک طرف اس کی محبوب بیوی تھی اور دوسری طرف خدا کا نبی۔ آخر کار اس نے ٹوٹے دل کے ساتھ اپنے نبی کی خواہش پوری کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ بیوی کو راضی کرنے کے بعد وہ اسے ساتھ لے کر جوزف نبی کے پاس گیا تو نبی نے اکٹھاف کیا کہ وہ تو اس کی خدا اور اس کے نبی سے وفاداری کا امتحان لے رہا تھا۔ لیکن صرف ایک سال بعد جوزف نبی کی خواہش سے ۱۴ سالہ بیٹی ہیلین کا رشتہ مانگ لیا۔ باپ نے گھر جا کر بیٹی کو جوزف نبی کی خواہش سے آگاہ کیا تو وہ سکتے میں آگئی۔ وہ کشیز ازووجی کے بارے میں کچھ نہیں جانتی تھی۔ نیز اس کا تو پہلے ہی ایک محبوب ہوریں وُنی موجود تھا۔ جوزف نبی نے فیصلہ کرنے کے لئے صرف ۲۴ گھنٹے دیئے تھے۔ اس دوران باپ اور جوزف دونوں نے ہیلین پر مذہبی دباؤ ڈالا۔ جوزف نے اسے یقین دلایا کہ نبی سے نکاح دنیا میں خدا کی خوشنودی اور آخوت میں اس کی اور اس کے ماں باپ بلکہ سارے خاندان کی نجات اور بلندی درجات کا سبب بنے گا۔ کچھ لوگوں کی رائے میں ہیلین نے یہ سوچ کر ہاں کر دی کہ اس نکاح میں جنسی تعلقات شامل نہیں۔ جوزف کی موت کے بعد ہیلین نے اپنے اصلی محبوب ہوریں وُنی سے نکاح کر لیا۔ لوی و اکر بھی جوزف سے نکاح کے وقت کم عمر تھی۔ لوی کی ماں فوت ہو چکی تھی اور اس کے بھن بھائی مختلف گھروں میں رہ رہے تھے۔ جوزف نے لوی کے باپ کو تبلیغی مشن پر بھیج دیا۔ پھر وہ لوی کو اپنی بیوی امہ ہیل کی خدمت کے لئے اپنے گھر لے آیا اور اسے شادی کی پیش کش کر دی۔ لوی نے بعد میں اپنی تحریروں میں اکٹھاف کیا کہ نبی کی طرف سے شادی کی پیش کش اس کے لئے بڑی تکفیف دہ آزمائش تھی۔ اس کی رہنمائی کے لئے نہ ماں تھی اور نہ باپ۔ ادھر جوزف نکاح کے لئے اس پر

نانی بھی شامل تھی۔ جوزف نے نانی کو پرنگ آفس کے ایک پرائیویٹ روم میں بلوایا اور دروازہ لاک کر دیا۔ پھر اس نے نانی کو شادی کی پیش کش کی۔ نانی کے انکار پر جوزف نے اسے بتایا کہ خدا نے بد ریعوی اسے اطلاع دی ہے کہ نانی اس کی بیوی ہو گی۔ نانی نے دھمکی دی کہ اگر اس نے دروازہ نہ کھولاتوہ شور مچا دے گی۔ اگلے دن جوزف نے نانی کو خط لکھ کر شادی کے لئے قائل کرنے کی دوبارہ کوشش کی۔ نانی نے جوزف کا خط اپنے باپ کو دے دیا۔ نانی کا باپ سڈنی جوزف سے ملا اور اسے لعنت ملامت کی۔ جوزف نے سارے واقعے سے انکار کر دیا۔ سڈنی نے اسے اس کے اپنے ہاتھوں سے لکھا ہوا خط دکھایا تو جوزف کو اقرار کرنا پڑا کہ نانی کا بیان درست تھا۔ میسر جان بینٹ بھی نانی سے شادی کی خواہش رکھتا تھا۔ سڈنی نے جوزف کا خط اسے دکھایا تو میسر جان نے یہ خط اخبار میں شائع کر دیا۔ خط کے علاوہ نانی، اس کا باپ، بھائی، اور بہنوئی بھی اس واقعے کے گواہ تھے۔ جوزف نبی کے عقیدت مندوں نے جواب میں سڈنی رگدان اور میسر جان کی کردار کشی شروع کر دی۔ امہیل اپنے خاوند کی حمایت میں کھڑی ہو گئی۔ اس نے ریاست کے گورنر کو خط لکھ کر درخواست کی کہ جھوٹی افواہیں پھیلا کر جوزف نبی کی کردار کشی کرنے پر میسر جان بینٹ کے خلاف کارروائی کی جائے۔

جوزف نبی مسلسل کشیر ازدواجی سے انکار کرتا رہا۔ ایسا کرنا اس لئے بھی ضروری تھا کہ کشیر ازدواجی نہ صرف خلاف قانون تھی بلکہ مورمن چرچ کی تعلیمات اور احکامات کے بھی خلاف۔ مورمن چرچ کے عقیدے رو سے ایک مرد کی صرف ایک بیوی اور ایک عورت کا صرف ایک خاوند ہو سکتا تھا۔ اس وجہ سے جوزف نبی کے پیروکار میسر جان بینٹ کے اس دعوی کہ جوزف نبی کی بہت ساری خیہی بیویاں تھیں بے بنیاد تھے۔ جوزف نبی نے بھی اپنے عقیدت مندوں کو یقین دلا رکھا تھا کہ امہیل کے علاوہ اس کی کوئی بیوی نہیں تھی۔ ایک طرف جوزف نبی اپنے عام پیروکاروں کے سامنے کشیر ازدواجی سے انکار کر رہا تھا اور دوسری طرف اپنے خاص ساتھیوں اور مشیروں کے حلقة میں کشیر ازدواجی کے حق میں مہم چارہ رکھتا تھا۔ اس مقصد کے حصول کے لئے اس نے بابل کی تعلیمات کو بھی توڑ مروڑ کر پیش کرنا شروع کر دیا۔ اپنے ایک خطے میں اس نے یک زوجی کو خیر اور غیر مقدس قرار دیا۔ اس کے بقول خدا کی رحمت کے متعلق کشیر زوج والے ہیں ناکہ یک زوج والے۔ چونکہ اسلام ایک مرد کو بہت سی بیویاں رکھنے کی اجازت دیتا ہے جوزف نبی نے اپنے شہر تزویہ میں مسلمانوں کو اپنے مذہب کی پریکش کرنے کی خصوصی اجازت دے رکھی تھی۔ کشیر ازدواجی کی تائید میں پہلی وحی ۱۸۴۳ میں نازل ہوئی۔ اس وحی میں جوزف نبی کی بیوی امہیل کے لئے تنبیہ بھی تھی کہ وہ

مقابلہ ڈا کو مینٹریز

لاہور انٹرنیشنل کے یو ٹیوب چینل کے لیے مختصر دورانیتے کی ڈا کو مینٹریز بنائیں اور انعام پائیں۔ زیادہ سے زیادہ ویڈیو ز بھجوائیں اتنے زیادہ جتنے کے موقع پائیں۔ ان ڈا کو مینٹریز کا موضوع معاشرتی، معاشرتی، ہو۔ ان ڈا کو مینٹریز کو یو ٹیوب چینل پر اپلوڈ کیا جائے گا۔ تکنیکی معاملات کے ساتھ ساتھ نتائج کا فیصلہ اس کو دیکھے جانے اور ناظرین کی پسندنا پسند دیکھ کر کیا جائے گا۔

ہر ماہ ڈا کو مینٹریز کو انعامات دیئے جائیں گے اور زیادہ سے زیادہ ڈا کو مینٹریز بھجوانے والے کو بھی انعامات دیئے جائیں گے۔



اردو زبان کا جو پہ

تحریر: رضا علی عابدی

میں کیسے لکھا جاتا ہے۔ اردو میں زیر زبر پیش اور دوسرا علامتوں کے استعمال کا رواج کم ہے لیکن ہندی اور انگریزی حروف صاف لجھ میں لفظ ادا کر سکتے ہیں۔

یہی نہیں، اس لغت میں مطلوبہ لفظ کے نصرف اردو بلکہ ہندی اور انگریزی زبانوں میں معنی بھی شامل ہیں۔ اس میں قدیم راویت کی طرح مطلوبہ لفظ شاعروں نے کس کس طرح باندھا ہے، اس کی جدید اور کلاسیکی مثالیں بھی درج ہیں۔ پھر یہ کہ لفظ کہاں سے چلا اور وقت کے ساتھ اس نے کیسی کیسی شکل میں بدلتیں، ڈاکشنری لفظوں کے حسب نسب تک چلی جاتی ہے۔ ایک اور خوبی جس کا بیان ضروری ہے، یہ کہ آپ کے مطلوبہ لفظ سے ملتے جلتے دوسرے الفاظ یا بالکل بر عکس معنی دینے والے لفظ بھی درج ہیں۔ یہی نہیں، زبان میں تیکھا پن شامل کرنے والی کہاوٹیں اور ضرب الامثال اور روزمرہ کی گفتگو کے رنگ اور ڈھنگ بھی شامل ہیں۔ اور جب سب کچھ مل جائے تو بھی اگر ہم وزن اور ہم قافی لفظوں کی جستجو باقی رہ گئی ہو تو ریختنی کی اس شان دار کاوش میں وہ بھی خوب موجود ہے (جو پاس فرہنگ آصفیہ، نور المفات اور خواجہ عبدالحمید کی بے مثال جامع اللغات موجود ہیں)۔ میں بڑے فخر سے کہہ سکتا ہوں کہ میرے شعر کہنے والوں کے لئے کسی نوید سے کم نہیں)۔

میں بڑے فخر سے کہہ سکتا ہوں کہ میرے اس سے پہلے انگلستان سے آئے ہوئے جان پلاس نے خالص سائنسی بنیادوں پر لغت ترتیب دینے کا کارنامہ سراج نام دیا جس سے استفادہ کرتے ہوئے بر صغیر کے اکابرین نے اپنے طور پر جدید لغت ترتیب دی مگر یہ بہت بڑا کام نہیں رک کر رہا گیا۔ ان حضرات نے کیسی کیسی مشقت کے بعد اپنی چار چار جلدیں تیکھا پیش اور بازار میں فراہم کیں۔ اس کے بعد ان پر وقتاً فوقتاً نظر ثانی کرنے اور نئے نئے ایڈیشن بنانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ یہ کام نہیں رک گیا جب کہ زبان وقت کے گھوڑے پر سوار پر پت چلتی رہی۔

انٹر نیٹ نے اس پوری کارروائی کی نوعیت ہی بدل ڈالی۔ اردو میں تھیسا رس کا تصور نہ تھا اور تبادل لفظ تلاش کرنے کے جواب پر وضع کئے گئے وہ ناقص تھے، لیکن نئے زمانے کی اس ایجاد نے نصرف پرانی ڈاکشنریوں بلکہ تھیسا رس اور انسائیکلو پیڈیا کو بھی مات دے دی۔ سنا ہے آسکفورد نے اپنی ڈاکشنری اور بریٹنیکا نے اپنا انسائیکلو پیڈیا یا تھیسا پنداشت کر دیا ہے۔ اب میں ہوں اور میرے سامنے روشن لیپ تاپ کیا کھلا ہے، ایک دنیا کھل گئی ہے۔ ہر لفظ حاضر ہے اور اپنی گونا گون خوبیوں کا بے حد ک مظاہرہ کر رہا ہے۔ اردو غریب اس میدان میں پچھے رہی جا رہی تھی سوریخت فاؤنڈیشن والے کرم باندھ کر اس میدان میں اترے اور اس ناؤ کو پار لگا کر دم لیا۔ وہ بھی اس شان سے کہ یہ کام کہیں رکنے والا نہیں۔ کمپیوٹر کی ادائیگی ہے کہ نہیں کی طرح چلتا رہتا ہے، اس کی ذرا دیر کو آنکھ بھی نہیں لگتی۔ ڈاکشنری کا لانک یہ ہے:



rekhtadictionary.com

اردو کی دنیا میں ایک بڑا کام بڑی ہی خاموشی سے ہو گیا۔ اس زبان کو فروغ دینے کے کام میں سات آٹھ برس سے مصروف ریختنے فاؤنڈیشن نے تین زبانوں کی لغت ترتیب دے کر دنیا کے لئے بلا معاوضہ کھول دی۔ لغت بھی ایسی کہ اگر کوئی پوچھے کہ اس میں کیا ہے تو جواب یہی ہو گا کہ اس میں کیا نہیں ہے۔ اس دل چسپ تفصیل میں جانے سے پہلے یہ بتاتا چلوں کہ لغت کے معاملے میں اردو غریب زبان رہی ہے۔ اس کی عمر ابھی مشکل سے چار سو سال ہوئی ہے۔ مگر چوں کہ ہر خاص و عام کی زبان رہی ہے، شروع میں کچھ غیر ملکی حکمرانوں نے اس کی ڈاکشنری کی شدید ضرورت محسوس کی اور اردو میں لغت نویسی شروع ہوئی۔ اس کے بعد ہی بر صغیر کے اکابرین نے اس کام کو آگے بڑھایا مگر پھر یوں لگا کہ یہ کام جہاں تھا وہیں رک گیا۔ بدلتے وقت کے ساتھ اردو کی لغت قدم ملا کر نہ چل سکی۔ انگلستان کی مثال سامنے رکھیں تو صورت حال یہ ہے کہ مشہور اور نام ورث ڈاکشنریوں کے ہر سال نئے ایڈیشن نکلتے ہیں اور وہ بھی اس شان سے کہ اخباروں میں خبر چھپتی ہے کہ اس سال لغت میں کتنے اور کیسے نئے لفظ شامل ہوئے ہیں۔ اور جب سے ڈاکشنری کا غذہ کی کتاب سے نکل کر انٹر نیٹ پر نمودار ہوئی ہے، اس کی چال ہی بدلتی ہے اور اس میں اتنی بخی خوبیاں شامل ہوتی گئی ہیں کہ ان کی فہرست ختم ہونے کو نہیں آتی۔ ان خوبیوں کو بیان کرنے میں یوں آسانی ہو رہی ہے کہ ریختنے فاؤنڈیشن کی تین زبانوں کی ڈاکشنری میں وہ ساری خوبیاں صاف آرائی آتی ہیں۔ ہر گھر میں، ہر کمپیوٹر اور اسماڑ ٹیلی فون پر آسانی سے دستیاب اس ڈاکشنری کی پہلی اور بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ بالکل جدید ہے اور اس کا دامن اس طرح کشادہ ہے کہ اس میں ہر روز نئے نئے اضافے کئے جاسکتے ہیں۔ زندہ زبانیں تو یوں بھی پارے کی طرح مچلتی رہتی ہیں، ان کی لغت کے کسی ایڈیشن کو آخری اور حصی قرار نہیں دیا جاسکتا۔ ریختنے کی ڈاکشنری ہر چند کمکمل ہو کر عوام کے لئے کھول دی گئی ہے مگر اس میں اضافوں اور رد و بدل کا کام جاری ہے اور یہ کام رکنے کا کوئی سبب نظر نہیں آتا۔

وقت اتنی تیزی سے بدلاتے ہے کہ یقین نہیں آتا کہ لغت میں لفظ ڈھونڈنا کتنا آسان ہو سکتا ہے۔ ریختنے کی ڈاکشنری میں، جسے ہم اردو، ہندی اور انگریزی کی لغت کہہ سکتے ہیں، ہمیں اپنے مطلوبہ لفظ پر کلک کرنا ہوتا ہے۔ بس اس کے ساتھ ہی اس لفظ کا ایک جہاں آشکار رہ جاتا ہے۔ اول تولفظ کے سارے معنی سامنے آ جاتے ہیں۔ پھر یہ کہ وہ لفظ کیسے استعمال کیا جاتا ہے، اس کی مثالیں وہیں مل جاتی ہیں۔ اس کے بعد ہر لفظ کے تلفظ کا معاملہ ہے۔ گزرے زمانوں میں کیسے کیسے جتن کر کے تلفظ لکھے جاتے تھے۔ اس جدید لغت میں تلفظ صاف نہ جاسکتا ہے۔ پھر یہ کہ وہ لفظ اردو، ہندی اور رومان حروف